

طوائف گلاب خاں کی

میری دولت پر نظر لگائے بیٹھے ہیں ایسی حالت میں۔۔۔
میری بیٹی کو ختم کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔۔۔
اسے غلط باتوں میں دینے کے بعد یہ قدم اٹھادیں۔
گلاب "ڈیرا چل لو از کلن کی طرح حتم کیا۔"

"آپ مجھ پر اعتبار کریں آپ کی صاحبزادی نہ ہوں۔
تکلیف نہیں ہوگی آپ جہاں چاہیں گے میں اٹھوں۔
چھوڑ دوں گا یا جیسا آپ چاہیں گے یا کیوں گا۔
فی الفور خود کو پولیس کے حوالے کر دیں کیونکہ۔۔۔
مزدور مناسب نہیں ہے۔"

چل لو از کچھ دیر داور کے دبیہ و شکیل چہرہ۔۔۔
دیکھتا رہا اس کی آنکھوں میں جھک سی آئی تھی۔
"ایلا میری ایک شرط ہے اگر مانتو تو ٹھیک ہے۔۔۔
سی قتل اے اور اسکاٹ لینڈ مارا ڈالے بھی میری ذرا
نہیں پاسکتے۔"

کمرے میں قیامت خیز خاموشی طاری تھی ایک
سوتلی بھی گرتی تو آواز سنائی دیتی۔ جیتی ابریلی کالین کو
جوتے کی نو سے کرپ کرپاؤرا چل لو از اپنے سینے خود کو
برسکون رکھنے کی کوششیں کر رہا تھا جبکہ دلوور کا چہرہ
برسکون باور منتہن تھا اسے اب کامیابی کی سوئی صدامید
ہو چکی تھی۔

پھر میری بیٹی کا کیا ہو گا۔ "ڈیرے کے چہرے پر
رنا جہاں کی افسانہ ابھرتی تھی پیشانی کی نہیں پھول
گئی نہیں داور نے اسے دیکھا۔

اللہ مالک ہے کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ اس نے

میری بیٹی میری اکلوتی لولہ ہے وہ بھائی خاندانی
دھنی کے نسل اور نسل سلسلے میں مارے جا چکے ہیں
ہوئی از حشر و انان کا بھی یہی حال ہوا اور جو بچے ہیں وہ

"تپ اپنی شرط بتائیں۔" دلوور ہارمار کلاکی پر
نہ می رست ولج بھی دیکھ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ
مادر اجان کر اسے پریشان کر رہا ہے شاید پولیس والوں
کی قوت برداشت آزمانا چاہتا ہے۔

"میری بیٹی سے شادی کر لو۔" چل نواز نے اسے
پر اتھول کی جار میں پھینک دیا۔

"نکھ" یہ اچانک لگنے والے جھکے سے منبھل
نہیں پایا تھا دلوور نے یہ کیسی کڑی شرط لگادی تھی
کیا گھر والے ایک چال و ہشت گرد اور خدا کی بیٹی
سے داور کی شادی قبول کر لیں گے؟ وہ خود بھی یقیناً
ایسا نہیں چاہے گا نہ اس کے رشتہ دار یہ بات پسند
کریں گے پھر کیا ہو گا چل نواز ہمیشہ کی طرح جیت
ہائے گا اور جو اس نے کئی بار سے اپنی خیمیں حرام کی
ہوئی ہیں اپنا کچھ چھین چاہ کیا ہوا ہے وہ سب بیکار
ہائے گا اور اس کے کیریئر کا اتنا بڑا کیس پو نی فائلوں
میں مڑنا رہے گا کتنی دیر یہ ہر پہلو پر غور کر رہا اور
بست فیصلہ کرے گا وہ ایک فیچر پر پہنچا تو خود کو کسی حد
تک کہہ کر چکا تھا۔

"تھک ہے مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے۔" وہ
گہرے غور سے دیکھ رہا تھا۔
"تم مجھ میں اپنی آنا ہوں۔" دلوور احمد عائب اور

گیلہ داور پر سوچ انداز میں اپنی پیشانی مسل رہا تھا
(ایک دفعہ خود کو میرے حوالے کر دے یہ چل نواز پھر
میں اس کی بیٹی سے اچھی طرح شادی کریں گا کہ نہ ہر
خند ہو رہا تھا اسٹے میں چل نواز راہیں آگیا اس کے
ہاتھ میں اسٹامپ پیپر تھا۔

"حوالے پرہ لو میں پکا کام کرنا چاہتا ہوں۔"
دلوور نے اسٹامپ پیپر اس کی طرف بڑھایا تو دلوور
نے تھذیب کے عالم میں ہڈا۔

"میں داور زئی ولد رحمت زئی چل نواز کی بیٹی ہوں
نواز۔ سے اس شرط پر نکاح کے لیے تیار ہوا ہوں کہ اگر
چل نواز خود کو قانون کے حوالے کر دے تو نہ کل
چل نواز اختیار ڈال رہا ہے اسی لیے میں اس کی بیٹی
سے نکاح کریں گا مگر خند اگو حاضر ناظر جان کر کہہ رہا
ہوں کہ آخر وہ تک اس رشتے اور عہد کو بھلاؤں گا۔"
"بہت عجیب ہے تو دلوور اچل نواز" اس نے اندر
جی اندر دانت پیسے۔

"میں نے تمہارے چہرے پر شرافت کی چمک
دیکھی ہے تمہارا سابقہ ریکارڈ اور پاسو ڈینا میرے
سامنے ہے میں تمہارے خاندان کے ایک ایک فرد
سے واقف ہوں اس لیے مجھے یقین ہے کہ میں اپنی بیٹی
کو محفوظ ہاتھوں میں دے رہا ہوں۔"

”دوسرے جس کے ہاتھوں غیر محفوظ ہوں وہ تمہارے طرح خود غرض ہی ہوتا ہے۔“ دلوور نے دل میں کہا۔

”تم سائن کردہ میں کل اپنی بیٹی کو بلوا رہا ہوں سب انتظام ہو جائے گا۔“ ڈیرا الب بچے مطمئن سا تھا۔
داور حویلی سے لوٹتا تو بہت پریشان تھا چل لواز نے کس چالاکی سے اسے گھیرا تھا مگر ڈیری ڈا اور میں تھے اگر انہیں علم ہو جاتا کہ کل وہ ایک خطرناک مجرم کی بیٹی سے نکاح کر رہا ہے تو جانے کتنا کیا حال ہوتا سوچ سوچ کر اس کا دل بے چارہ ہوتا تھا اب بچے بیٹا بھی تو ممکن ہیں تھا کئی بار کی مسلسل سخت کے بعد ڈیرا مر گئے ہوا تھا اپنے جرائم کو تسلیم کیا تھا تو وہ یہے شکست تسلیم کر لیتا۔

دوسرے دن وہ بھی بے چارے سے تیار ہو کر حویلی پہنچا اس نے اپنے ماتحتوں کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کیونکہ دل میں وہ کچھ اور سوچتا تھا۔
”ڈیرا سائیں فی الحال میں نے اپنے گھر والوں کو نہیں بتایا ہے حالات زرا معمول پر آجائیں تو میں بتاؤں گا کیونکہ وقت کا یہی تقاضا ہے۔“ اس نے آہستہ سے کہا ڈیرا بہت خوش لگ رہا تھا اس کی بات کو اہمیت نہیں دی۔

”ٹھیک ہے بابا جیسی تمہاری مرضی۔“ وہ بے نیازی سے پولا تو دلوور کا خون کھول کر رہ گیا۔ سب اعتبارات رکھتے ہوئے بھی وہ اس وقت کتاب فی اختیار تھا بس تھا وہ خون کے نمونہ لی کر رہ گیا۔ ڈیرا چل نواز کے پرانے جائیداد لور نمک خواروں کی مودودی میں نکاح ہوا۔

”میری بیٹی اب تمہاری حفاظت میں ہے میں چاہتا ہوں کہ کیس کا فیصلہ ہونے تک اسے میری اصلیت کا علم نہ ہو تب جب تک اپنے گھر والوں کو راضی کر دیتے ہیں تب تو موت کی سزا کے علاوہ مجھے کم سزا نہیں ملے گی پر میرے جرائم کی سزا میری بیٹی کو نہ دینا میں تمہارے آگے ہاتھ دیکھوں۔“ دوسرے کے ہاتھ اس کے آگے بڑھے تھے دلوور کو عجیب سا

URSU RAGGO

”ٹھیک ہے ایسا کچھ نہیں ہو گا۔“ اس نے اس سے زیادہ دلوور کو تسلی دی۔

”مجھے پتا تھا تم ایسا نہیں کرو گے ہر حال میری بیٹی کا خیال رکھنا حویلی چکر لگاتے رہتا اور جب اپنے گھر والوں کو راضی کر لو تو حیات کو تباہی میں تو بیٹی کی سزا میں شامل نہیں ہو سکتی گا۔“ چل کے چہرے پر اند کا دکھ ابھرتا تھا۔ داور بعد میں فوراً چلا گیا اس کا نام ختم ہو چکا تھا۔ سکھر میں پوسٹنگ کے دوران اس نے آخری تیس تھا کل چل نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اس نے اس تمام کارروائی کو خفیہ رکھنے کی کڑی شرط نکالی تھی۔

چل نواز نے کئی قتل کیے تھے ڈیرے کے روپ میں وہ ایک نرم گو مسلمان لنگ تھا مگر وہ وہاں ایک غیر ملکی تنظیم کے لیے کام کرتا تھا دلوور نے کہا تھا کہ وہ اہم حکومتی اراکین کا قتل ہو گیا تھا جن میں غیر ملکی نمائندے بھی شامل تھے یہ سب تنظیم کے اہلکار ہوا تھا تب سے چل نواز حکومت کی نگاہوں میں آ گیا تھا جب سے غیر ملکی نمائندوں کا قتل ہوا تھا حکومت اور قانون کا دلوور چل نواز پر بڑھ گیا تھا وہ سی آئی اے کو بھی مطلوب تھا اس سے پہلے وہ خفیہ اداروں کی نظر میں نہیں تھا کیونکہ اس کی پشت پر ایک مضبوط مانیٹنگ ہاتھ تھا کسی کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی نہ اس کے کارنامے اور جرائم عام ہوئے تھے صحافیوں کے ہاتھ بھی اس معاملے میں بندھے ہوئے تھے یہاں تک کہ جب اس نے خود کو قانون کے حوالے کیا تو اس موقع پر ایک صحافی بھی موجود نہیں تھا۔

داور مجرموں کی نفسیاتی کنوریوں سے خوب واقف تھا اس نے انتہائی ذہانت سے چل نواز کے گرد جیل بٹھا تھا اور وہ داور کے جیل میں پھنس کر خود کو قانون کے حوالے کرنے پر تیار ہو گیا یہ الگ بات تھی کہ جاتے جاتے وہ داور کے جیل میں دلوور کو ہی پہنسا گیا تھا داور ایڈیشنل پولیس ڈیپارٹمنٹ میں تھا انتہائی قلیل اور جینٹس آفیسر مگر چل کے معاملے میں اس کی ذہانت خاص کام نہیں آئی تھی وہ مزے سے اپنا ہوجہ اس کے

مہمان بھی نہیں تھا نہ رشتہ دار تھا سب پہلے انتہائی
رازداری سے ہو رہا تھا بس ملازم ہی ملازم تھے وہ اس
سے پوچھتی۔

رشتہ بہ رشتہ ہوئی پہلے تو ان بہت مہربان سے کام لے
رہا تھا اس کی پیاری بی بیوں بلک بلک کر مدد ہی تھی
اس کا دل جیسے کٹا جا رہا تھا۔

”میں نے تمہارے لیے اتنے محض کا انتخاب کیا
ہے قدر کرنا۔“ وہ دھیرے دھیرے کہہ رہے تھے۔
پروانے اس ”بھیمے محض“ کی شکل تک نہیں دیکھی
تھی ہاں تو کرانیاں کہہ رہی تھیں کہ بڑا رعب داب
والا بندہ ہے پر اس نے خاص دیکھی نہیں لی بلکہ وہ
ابھی خاصی بزدلی محسوس کر رہی تھی اس کی ساری
مہلکیاں ہر لمحہ اور فکر سے آزاد ایسے کسی بھی
بندہ من سے بے نیاز تھیں ہاں ان کے گروپ میں
صرف فوٹاشاں تھیں جس کی حالت بھی بدلتی ہوئی
تھی سب اسے کتنا پیڑی تھیں وہ رہا کسی نہ جانی تھی
ہاں ان باتوں میں نے عہد کیا تھا کہ جب تک وہ اپنے
مہربان نہیں ہو پاؤں نہیں لیتیں شاہی نہیں کریں گی ان
میں کے مقاصد بہت بلند تھے۔

ارم اپنے بھائی کی طرح بڑی سی بننا چاہتی تھی یہاں
سیاست میں نام کتنا چاہتی تھی پروا جو ملازم کے میدان
میں تھنہ بے کاڑھا چاہتی تھی۔ بھاری فوٹاشاں ڈاکٹر
بننا چاہتی تھی پر مٹنی کے بعد انہوں نے اسے اتنا زچ
کیا کہ وہ اپنے مہربانین سے کسی بھگتی باب اس کے
پاس اپنے مقاصد دہاؤں کے تھے ہوتے۔

پروا کو بھی یوں آکا جیتے وہ اپنے مقاصد بہت بہت
پہنچے رہ جائے گی کیونکہ بابا سائیں نے اسے یہ کہہ کر
سنا دیا تھا کہ وہ بہت جلد اس کی شادی کر دیں گے اس
کے گروپ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ سب کتنا
خسب کی اس کا نہ لاق اڑا میں گی شاید اسے گروپ سے
خاموش ہی کر دیا جائے گی تاکہ فوٹاشاں کی مٹنی نے ہند
تجروں میں ملازم ہو گئی تھیں مکمل بیانات لے دیا تھا وہ
تو انہوں نے خود ہی فوٹاشاں نے آنسوؤں سے ہار کر
اس کی مٹنا اس کی کراہی تب نہیں اسے جا کر دوبارہ
گروپ میں داخلے کی اجازت ملی وہ بھی انہوں کے

کندھوں پر پھینک گیا تھا اور لے تو اس بوجھ کی شکل
بھی نہیں دیکھی تھی اور نہ اسے شق تھا۔
ڈی سی سکھنے لے اس تمام کیس میں حصہ لینے
والے اہم افسران کے اعزاز میں ڈنر دیا تھا جن میں
دلور بھی شامل تھا ذات خود اس نے دادر کی تعریف کی
تمام افسران نے کھلے دل سے اس سارے کیس کا
کریڈٹ دادر کے کھاتے میں ڈالا تھا وہ بجا طور پر اس کا
مستحق تھا۔ گرفتار ہونے سے پہلے دھیرے لے اس
سے کہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو زیادہ دیر رشتہ داندوں کے
آسمان پر نہیں بھونڈ سکتا اس لیے وہ جلد از جلد گھر
والوں کو راضی کر کے اپنی امانت کو لے جائے لفظ
امانت پر دادر اندر تک گزرا ہو گیا تھا ایک خطرناک
کھیل کی پیشی اس کی امانت ہو گئی تھی قسمت کی کیا
ستم ٹھہری تھی۔

~~*

”حیات بابا سائیں کب آئیں گے“ پروا ریشہ
ہو گئی تھی ہو سکتی ہے آئے اسے ایک ہفتہ ہو چکا تھا
حیات نے بتایا تھا کہ وہ ضروری کام سے اسام آباد
ہوئے ہیں جب انہوں نے علی ونگو ان کے یہ سٹل
روان کر کے فوراً چلے آئے کے لیے کہا تو وہ اس وقت
ٹھنک گئی تھی یہ نہیں لیا بات تھی بابا سائیں نے پہلے
تو اسے بھی اس طرح نہیں بلوایا تھا ان کا انداز بھی
اسرار بھرا تھا۔

اور جیسے ہی اسے دہلی آئے کچھ دیر ہوئی یہ اسرار
بھی ختم ہو گیا انہوں نے کہا کہ آج شام تمہارا نکاح
ہے پروا کو شدید دلہ اور حیرت ہوئی بابا سائیں کا بعد ازاں
چھوڑا اور بے چنگ تھا کہ اسے وہ سری بات کرنے کی
بھرتی نہیں ہوئی ان کے ساتھ تو پروا کی بڑی دیت
بھی بند ہو جاتی تھی ان کا چہرہ ہی اتنا رعب دار اور
کہہ رہا تھا غالب نظر ہی نہیں اٹھا سکتا تھا وہ اس کی ہر
خوشی کے لیے ہر دیر دیکھتے تھے پروا کو حسرت سی
کہانی کہ وہ ان سے آگے بڑھ کر بات کر سکے خند کر سکے۔
ابھی ہی عین اسی لمحے تیرہ کے بجائے ستر سال
کی ہو رہی ہوں میں جو بابا سائیں مجھے بوجھ تصور کر
رہے ہیں۔

کہنے پر پروا کو نہ تو بیا سائیں کے تختہ کردہ اچھے شخص سے کبھی بھی نہ اس کے گھر داخل سے جگہ تو سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ وہ ارم خوفش اور حیرت سے اس خیر کو کیسے چھپائے گی جو انہوں نے واپس جانے پر اچانک ہوٹل سے روانگی کا پوچھا تو وہ کیا کہہ کر انہیں مطمئن کرے گی اگلے بلدی تو سیکنڈ ایئر کے فاسٹ انجینئر شروع تھے ان کا سامنا تو کرنا ہی تھا وہ اچھا سا بھلاہ سوچ رہی تھی جو سنا کر سب کو مطمئن کر سکے اسے تعلیم لو سواری رہ جانے کا دوستوں سے چھڑ جانے کا خوف سلاحت ہو گیا تھا اسے ان دیکھے شخص سے فطرت محسوس ہو رہی تھی۔

بھاگ بھری نے رات اس کے بالوں میں مالش کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ”وہ بڑا سوہنا ہے اور بھلا بھلا ہے۔“ اس نے ڈانٹ کر اسے خاموش کر دیا تھا۔ بیا سائیں کو اسلام آباد کے کلنی بن ہو گئے تھے پر نہ ان کا فون آیا نہ اطلاع ملی حیات نے بتایا تھا کہ وہ اسلام آباد سے امریکہ چلے گئے ہیں تب ہی والے سکون فاسٹ لیا اب وہ آرام سے امتحان تو دے سکتی تھی۔ اس کے امتحان بھی ہو گئے پر بیا سائیں نہیں لوٹے اب صبح پنج پریشان ہو گئی جب بھی امتحان دے کر وہ حویلی آئی بیا سائیں حتی الامکان کہہ جی ہی رہے کہیں جانا ہو تا تو بھی بتا کر جاتے یہ پتا مواتہ تھا جب وہ اسے بتائے بغیر گئے تھے اس نے ارم کو فون کر دیا وہ بے چاری ہاس کی پریشان تو ازمن کر بھاگی بھاگی تکی ساتھ اس کی مٹی ساتھ بھی تھیں ارم سے اس کی ہوتی پرانی تھی تقریباً ”پانچ سال پرانی۔“ ارم کئی بار حویلی آئی تھی جب وہ لاہور سے سفر کر کے سکھر روا کی خاطر آئی تو اس کا مان بھٹکا تو خود ہوٹل سے کن کے کمرے میں جاتی ایک دو رات تک بھی جاتی بیا سائیں نے بھی بلا لیا مثلاً ارم اور صالحہ اس کی شاندار چوٹی کے دست مرکوب تھیں ان کی صرف ایک باری چل لوڑ سے ملا لیں چل رہی ارم نے انہیں آجیگری میں ”آگاہ“ کر دیا اور پریشانی دیتے

ہوئے اسنے ساتھ لاہور چلنے کے لیے کہا وشم رانی تھی ارم تو مکمل اٹھی تھی ہوا سے ڈیرے پر حیات، فون کر کے کہہ

”میں اٹکل ساجد کے ہیں ہوں اگر بیا سائیں کا فون آئے تو انہیں بتا دینا اور ان سے کہنا کہ مجھ سے رابطہ کریں اور وہیں حویلی کا بھی خیال رکھنا۔“ وہ حیات کو ہدایت دے رہی تھی اس نے فون بند کر کے سے پہلے محسوس کیا کہ حیات اس کی بلاہور روانگی کا سن کر خوش ہو گیا ہے تھوڑی دیر بعد یہ بات اس کے ذہن سے اتر گئی۔

پہلے نواز نے بلور خاص لاہور کے اس کالج میں دسٹوں کے خول اور تحفظ کی وجہ سے اسے داخل کر دیا تھا ان کے خیال میں ہوا سکھر سے زیادہ لاہور میں محفوظ رہتی بہر حال یہ فن کا خیال تھا وہ تو اسے بیرون ملک بھیجنا چاہتے تھے پروا نے یہ سنتے ہی رو رو کر حالت خراب کر لی تھی شروع سے ہی وہ لاہور ٹیکسٹ ہو سز اور ہوسٹل میں رہی تھی بیا سائیں سے بدسلوکی کی دوری اسے گوارا نہیں تھی اس کے آنسوؤں سے پہلے نواز کا ارادہ بدل گیا تھا وہ یسین پاکستان میں اسے پرکھنے پر آمادہ ہو گئے تھے مری سے وہ اب لاہور پہنچی تھی۔

”پری اگر بیا سائیں جلد نہ لوٹے تو تم ساری چٹیاں ہمارے پاس ہی گزارنا۔“ ارم نے اسے کہا اور دھمکی کی۔

وہ کلنی عرصے کے بعد ارم کے گھر رہنے کے لیے تکی تھی ساجد اٹکل نے ملازم رکھ لیا تھا جو پروا کو خاصا بدتمیز لگا پہلے دن ہی اس نے پیندہ کی کا اٹھار کر دیا چونکہ وہ سب گھر والوں سے بے تکلف تھی اسی لیے ارم سے رشتہ بدی تھی۔

ارم کے دو بھائی حسن اور ہارون اور ایک بہن باقرا تھی۔ حسن سب سے بڑے تھے اور ڈاکٹر سی تھے ان سے چھوٹی باقرا تھی جو نو نور شی اسٹوڈنٹ تھی اس کے بعد ہارون تھا جو میڈیکل کے پہلے سال میں تھا سب سے چھوٹی ارم تھی جو انٹر کا امتحان دے کر فارمگ تھی۔ حسن بھائی اس سے بالکل ارم کی طرح پیش

اکل ساجد اور صالحہ آنٹی بھی سکے ماں باپ کی
 لڑ جائے۔ بار دن سے کھٹ پٹ پٹتی رہتی
 لالہ کا رویہ بھی سنوں جیسا تھا اور ری اور تو وہ اس
 لہجہ اور زبان سے نہ سمجھی۔ پروا کو وہ سب ٹھیک سمجھ
 لے کر غصہ کرتے۔

معاذ اکل سمیت سب ہی اساتذہ کرام تھے پر
 نیکو عالم از مہاروق پڑانوں نے شاید کچھ ہفتے سے
 رہا تھا اسے ایک آنکھ نہیں بھالیا تھا خاصی بدگامی
 لکھ تیزی سے ہات کرتا تھا پروا کا یہ کیسا نہ مزاج اس
 لڑکی غلطیوں پر داشت نہیں کر سکتا تھا وہ ایک کی
 رہتا تو اس کا بس چلنا تو اس ٹیڑھے شخص کو
 رست کر دیتی۔

~~*

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ
 اٹلی۔ اسے سی ٹل کو تنگ کے ساتھ چل رہا تھا پروا کی
 پروا پر جڑی وہ عزت سے سو رہی تھی کوئی ٹالوٹ سا
 لباس تھا لٹکا سا شور تھا جس کے باعث اس کی آنکھ
 اٹلی اس نے اسے سی ٹل بند آیا تو یوں دکا جیسے ڈھیر
 لگی دھیرے دھیرے چل رہا ہے قدموں کی ہلکی ہلکی
 آہٹ اسے سی بند ہونے کے باعث شب کے اس
 گہرے سکوت میں سنا محسوس کی جاسکتی تھی۔

پروا نے پاؤں بستر سے نیچے لٹکائے اور نظریں
 ہلکی سی تلاش میں بند سے نیچے دوڑائیں بکھرے ہیں
 گئی وہ آنکھ کھڑی ہوئی دھیرے سے دروازہ کھول کر
 اپنے سلاقمہ پر ہر گھما کو بیٹور کی ملا عیث چل رہی
 تھی لیکن کوئی آنکھ نہیں آ رہا تھا وہ محسن میں آگئی تب
 اس نے دیکھا فاروق غلط انداز میں بار بار ساتھ والے
 کمرے کا جازہ لیتا اور لوہر چکر کٹ رہا ہے سامنے کر ہی
 لگی تو ہری ہوئی تھی اوپر جانے والا میٹھیوں کا بیولی
 دروازہ بھی کھلا ہوا تھا اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی
 تھی کہ کانی ہے جاگ رہا ہے پروا کے اہن میں
 لکڑی کا اور مہیا تھیں کھینچ لکڑی ضرور تھی۔

جیسے تم تو مٹی رایت کو جو دیکھ کر طرح کیا کر رہے
 تھے وہ دے قدموں اس کے ساتھ چلتی فاروق

"آپ تو مٹی رات کو کیا کر رہی ہیں۔" اس
 نے سوال بھاڑ دیا۔

"تم مجھ سے یہ پوچھتے والے کون ہوتے ہو کہ میں
 تو مٹی رات کو کیا کر رہی ہوں اپنے کام سے کام رکھا
 کرو میرے منہ نہ لگا کرو۔" پروا کے چہرے کے
 زاویے لڑ گئے۔

"اپنے کام سے کام رکھا ہوں اپنی لوگوں بھی
 پہچانتا ہوں یہ تو سراسر الزام ہے آپ کے منہ کون لگ
 رہا ہے؟" وہ سوئی انداز میں بولا پروا نے اس کے
 الفاظ پر غور نہیں کیا اور دوبارہ اپنے سوال کو دہرایا۔

"دیکھیں برائے سوالی مجھے اپنے کام کرنے دیں
 جائیں تشریف لے جائیں۔" وہ سخت بد مزاج رہا تھا۔
 "کیوں جاؤں تم مجھے حکم دیتے والے کون ہوتے ہو
 ہو گئے کے معمولی سے ملازم۔" غلط کر لی۔

"دیکھیں محترمہ مجھے اپنا کام کرنے دیں۔" فاروق
 نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تو وہ اسے گھورنے
 لگی۔

"انکھوں کے تیر بعد میں چاہیے کافی الخاں میرا
 کھانا ہونے کا ارادہ نہیں ہے۔" وہ بھٹی مگر شریر
 نواز میں بولا۔

پروا کے تو کلوں سے آگ لگی اور سر جھجھی۔
 "تو تم یہ وہ تو مٹی اپنی حد میں رہو۔"

"میں تو حد میں ہی رہنے کا قائل ہوں پر تب میری
 کوششوں کو ناکام بنا دیتی ہیں۔" وہ مزے سے بولا تو وہ
 پر ہلکی تیز چلی کرے میں آئی۔

"یہ بہت ضروری تھا۔" فاروق اس کے جانے کے
 بعد آہستہ سے بولا۔

"موتیہ یہ تو انتہائی طبیعت آدمی ہے مجھے اس کی
 شکایت کرنی پڑے گی وہ چار سوٹ کی بار بیو اس کی کہ
 سید حاتیر ہو جائے گا کہینہ بیو بننے کی کوشش کر رہا تھا
 من سب کو تو دیکھو اسے لٹا سرخ حلیا ہوا اب سارے
 جہاں کا درد تو اکل ساجد کی ٹیلی میں ہے کو اب لازم
 بھی بالوں کی برابری کرنے کے ہیں ان کے منہ تھے
 لگے ہیں لہذا پچائے آثار قیامت ہیں اگر ایسا تو کر حویلی
 میں نہ آتے اب تلہاتے شوٹ کر بھی ہوتی۔" وہ

کہ تبدیل کر سونے کی کوشش کرتے تھے۔

ارم اور پروا دونوں ملان میں کرکٹ کھیل رہی تھیں پروا چونکہ گوارہی تھی جبکہ ارم کرپڑے جی کھڑی تھی پروا حایز تکی ہوئی تھی اب ارم صاحبہ نے جو گیند کو ہٹ لگائی تو وہ اڑتی ہوئی ساتھ والے پچلے میں چلی گئی "جھکا ہے چھکا" وہ چکی تو پروا اسے ٹاپنڈیک سے دیکھنے لگی۔

"اب بال اٹھا کر کھن لائے گا" اسے اپنی باری پریشان کر رہی تھی۔

"حسن بھائی نے نو عمر جالے سے منع کیا ہے بلکہ فاتحہ پڑھ لے" ارم نے اسے چڑایا تو وہ ناراض ہو گئی۔ "ارم ڈیڑھ فاتحہ کیوں پڑھ لیں انہی دیکھتا ایسے آتی ہے بال۔" اس نے پتلی بجائی اس کی پی پی آٹھیں پتلی رہی تھیں۔ "خوب جاؤں گی۔"

"فارم کلا۔ ایک مت جانا حسان بھائی غائب تو رہیں گے" ارم نے اسے روکنا تو نہ سکرانے لگی۔

"میں خود کہیں جاؤں گی اس عمر میں تھکے نظریوں کو نہ کا شوق نہیں ہے تم بچو تو۔" وہ اندر پردہ کشی قاروق کے کمرے کی طرف۔ ارم کے کہہ آکر وہ بہت انجوائے کرتی تھی۔ دیوہی میں لہجہ اس کا ہم عمر نہیں تھا۔ لوگوں سے میل جول یا باسا میں نوپنہ نہیں تھا۔ شہر میں ہی وہ پورا گز اور وہ شہر میں رہی تھی۔ چشموں میں کہہ دیکھنا اہیب ہوتا تھا ایسا کہ جو میں "ہمن اور بھائی کے وجود سے خالی تھا اس کا پی چاہتا اور گروہ مت سارے لوگ ہوں وہ زور زور سے بٹے ہوئے ہتھکڑے" اس کی یہ خواہش خیریت ہی رہی وہ پچاسا نہیں کی اکلوتی لولہ تھی "پاپا ماما میں اتے رشتہ دار ملا مت بھی نہیں تھے دیتے تھے بھول ان کے کہ وہ سب دھڑلے میں مسوس کر رہ جاتی ہو شل سے ایک ایڑے پر چبھی ارم کے کہہ آئی تو بہت خوش ہو گئی۔

پروا نے دو سالہ لولہ کو کھانا پیچھا "اندہ سے لالہ لالہ اس کے زور زور سے کھانک دی تو قاروق

نہروار ہوا اس کے چہرے سے واضح جھٹک رہا تھا۔ اس وقت اسے یہ دھک متا گوار کر رہی ہے۔

"فریجے اب کیا حالت آگئی ہے۔" وہ جیڑی۔ ڈانٹنے والے اسٹائل میں بولا۔ پروا نوٹ کر رہی تھی کہ وہ پروا اندر پچل کر کھڑا ہے جیسے یہ چاہتا ہو کہ وہ اندر نہ دیکھ سکے۔

"میری بال ساتھ والوں کے پچلے میں گر گئی ہے فوراً لاؤ۔" وہ بے نیازی اور شہانہ پن سے حکم دے۔ کر فوراً "مڑ گئی۔ جیسے اسے یقین ہو کہ قاروق اس نے اہمیت پر ضرور غل کرے گا اور وہ سچ کوئی نہیں۔ پیش کیے بنا چلا گیا۔ اس کی دایہ پندرہ منٹ بعد وہی بال پروا کے حوالے کر کے وہ کمرے میں چلا گیا اس نے پھر ڈانٹک شروع کر دی۔

"ارم یہ جو تھسار امازم قاروق ہے میں مجھے نہ مٹھوک لگتا ہے اونچی سی شہ۔" رات پروا کی ماں قاروق پر اٹک گئی۔

"تھیں پری ایسے ہی تھیں مٹھوک لگتا ہے۔" بے خبر لہجے میں مادیبی سہ۔ اپنے قدم سے تھیں۔ "والا۔"

"ہاں دیکھ رہی ہوں وہ جوتی جوتتا ہے۔" وہ گئے ہیں مجھے آئے ہوئے آگے بٹانے۔ "پاپا" اس سے میری دیوہی میں ایسا زور کر رہا تھا کہ قاروق اسے لکڑا کرے گا اور پروا کی سارے شہر پر تمام سال جاگے۔ "وہ خجوت سے پوئی تو ارم نے موضوع بدل دیا۔ وہ دونوں جب شمل کر آئیں تو سب کے بچہ وہ وہ روات بند تھے وہ دونوں بھی سونے کی تیاری تھیں۔ "تھیں۔ یہ چھ بچہ دو مزاور تھیں کیسے پروا نے اپنا اچھا خیال لکھا کہ تھا ایک انیکسی بھی جو تھیں ہائی دیوہی تھی سایہ استھان نہ ہونے کے باعث اسے کرائے پر رہنا چاہیے تھے پر صاحبہ نے روک دیا۔

"ارم مجھے غیبت نہیں آ رہی ہے کیا کہوں۔" اس نے مزے سے سوئی ارم کو بلایا تو وہ اسے لائے۔ "سو گئی۔ پروا جس روز وہ سہر کو سوجاتی اس رات اسے غیبت نہ آئی یا دیر سے آئی جبکہ ارم دونوں رات مزے سے بھرپور غیبت کرتی پروا تو اپنی غیبت کی مالا

وجہ سے تنگ تھی اتنی جلدی کیسے سوچاتی اب ارم
 مریے سے سو رہی تھی اور وہ اسے بے بسی سے دیکھ
 رہی تھی سب سے پہلے تھوڑے ہرگز افسردہ نہیں تھی ہوا پار
 نکل آئی۔ گوریڈور کی لائٹس حسب معمول جل رہی
 تھی لیپ پوسٹ بھی کن تھے۔ اوپر جانے والا پہلی
 دروازہ بند تھا وہ محوم کر اندر آئی یہ دروازہ کھلا ہوا تھا
 میزبوں کے دونوں اطراف دروازے تھے ایک
 اندر کی اور ایک باہر کی بوقت ضرورت کسی دروازے
 سے بھی بھست پر جایا جاسکتا تھا۔

وہ میزبیاں چڑھ کر اوپر آئیں۔ در در تک
 دو فنیاں جھگڑا رہی تھیں۔ وہ ساتھ والے بچے کا
 چہرہ دیکھنے لگی۔ تمام انہیں تنہا تھیں لیکن کوئی نظر
 نہیں آ رہا تھا۔ دروازے کی طرف آئی یہاں سے گیسٹ اور
 ہوٹل نظر آ رہی تھی وہ ایک ایک کر بار دیکھنے لگی
 لیکن میزبوں پر چڑھتے تھے وہاں کی گوازا آئے گی وہ
 سانس روک کر دیوار کے ساتھ لگ گئی اگر گھر والوں
 میں سے کوئی ہوتا تو اسے یوں رات گئے بھست پر دیکھ
 کر حیران ہوتا کہ سارا گھر سو با تھا وہ کیا کر رہی ہے یہ
 سوال آنے والے کے ذہن میں ضرور آتا۔ اس صبح پر
 صبح اس نے سوچا ہی نہیں تھا بڑی دیر بعد دھیان آیا
 تھا تب تک وہ جو کوئی بھی تھا اور آپکا تھا ہوا نے بڑی
 دیر سے اس کا سانس خارج کیا وہ قاروق تھا۔ اسے دیکھ کر
 وہ حیران ہوا یا نہیں اس سے اسے کوئی غرض نہیں تھی
 البتہ مطمئن ہو گئی تھی۔

”کیوں اوپر آئے ہو اس وقت اور لینا کیا ہے تم
 نے“ وہ عجب سے بول کر اپنا بھرم رکھنا چاہتی تھی۔
 ”جھٹک مارنے آیا ہوں کوئی اعتراض“ اس نے
 لڑکھائے یوں لگ رہا تھا جیسے پروا کی موجودگی اسے
 ابھی نہیں لگ رہی ہے۔
 ”تم میرے ساتھ بالکون والے انداز میں بات نہیں
 کرنا چاہتی تھیں۔“ وہ صدمہ میں غصہ کرنے سے
 ”ہم بالکون والوں سے بات نہیں ہو جاتے آئی
 تھیں۔“ وہ قہر کر رہی تھی قہر میں ساری طرف مڑ گیا
 ”تو تم نے کی کیا باتیں کر رہی تھیں؟“ وہ بھی گئی
 ”تو تم نے کیا باتیں کر رہی تھیں؟“ وہ بھی گئی

کیا۔
 اظہاری انداز میں وہ جوتے کی نو سے فرش
 کر رہے تھے۔
 ”بات سنو تم ہو کیا چیز انسان یا جن۔“ وہ رک کر
 بولی۔

”انسان ہوں اگر جن ہو تا تو آپ اس وقت یہاں
 کھڑی ہو کر یہ سوال نہ پوچھ رہی ہو تھیں اور پلٹ کر اب
 تب جا رہی تھیں اور سوئے آیا ہوں پیچھے گری
 ہے۔“ وہ قہر سے بولی۔

”تو سو جانا کس نے کیا ہے میں تمہیں کمرے
 ہو کر مور چل نہیں جھٹکے والی۔“ وہ بڑبڑاتی وہ قاروق
 اسے چھیڑ بیٹھا۔

”کم از کم لکھا تو یہی ہے۔“ وہ اطمینان سے باتیں
 لہی کرتے ہوئے پولا تو پروا کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے
 پھر تیزی کہی تھی۔

”قل چاہتا ہے تمہارا سر بھاڑوں۔“ وہ انت پیٹتے
 ہوئے غرائی۔
 ”طیس سر تسلیم خم ہے۔“ اس نے بچ بچ سر ہٹا
 دیا۔

”سر تسلیم خم کے بچے تمہارا علاج ڈھونڈنا پڑے
 گا۔“ وہ دھڑ دھڑ کر گئی میزبیاں اتر گئیں۔ قاروق نے
 اطمینان سے اپنا کام شروع کر دیا۔
 --*

پورے گھر میں وہ نیک پھیراں تیار رہی تھی اقرا
 آتی گئی واپس انہی تک نہیں ہوئی تھی بامداد بھی
 غائب تھا۔ ساجد اکل صالہ آئی اور ارم تینوں اپنی
 آئی عینہ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ عینہ ساجد کی
 واحد بہن تھیں۔ صبح صبح ہی ریلی کا فون کیا کہ ماما کی
 طبیعت خراب ہے وہ تینوں سننے ہی چلے گئے۔ اقرا کا
 پیپر تھا وہ یونیورسٹی چلی گئی واپس پہ اسے آئی کی طرف
 جانا تھا۔ صالہ نے پروا کی نیند کی وجہ سے اسے نہیں
 اٹھایا تھا اقرا سے کہہ دیا تھا کہ واپس پہ اسے لیتی تھا۔
 اقرا نے اس کے سر پر پیغام چھوڑ دیا تھا اور خاتواں
 سے کہا تھا کہ اس کے اٹنے پر اسے پانچاٹھیاں مل جائیں
 ہونے پر وہ اقرا آئی کا پیغام پڑھ چکی تھی اس کا شکریہ

تیار تھا چائے ملا سک میں تھی رہاں تک کہ سلاکس پر
 ٹکھن اور جام بھی لگا ہوا تھا اسے اقرار آلی ہر بار آگیا۔
 ناشتا کر کے وہ پھر سوئی "اتھی تو میوزک سے دل
 بہلائی رہی۔ وہ بچے کے قریب جب بیٹھ کر کے غار
 ہوئی تھی تو اقرار آتی کا فون آگیا انہوں نے کہا کہ وہ
 عدینہ آئی کی طرف ہیں وہ بامدن کے ساتھ آجائے وہ
 اس کی تھیلی کے خیال سے کہہ رہی تھیں نہ جانے
 بامدن بھی کہاں جا رہا تھا اللہ اس کی یا نیک پوری میں
 کھڑی تھی پروا دعا کرنے لگی کہ بامدن جلدی سے
 آجائے بر اس کی جگہ فاروق آگیا وہ فریج سے بوتل
 نکل کر پانی پینے لگا تھا جب وہ تیز تیز چلتی اس کے
 قریب آئی فاروق نے پانی کا گلاس منہ تک لے جاتے
 لے جاتے روک لیا وہ اس کے منہ سے ٹکٹے والے
 کسی نئے شہی حکم کا انتظار کر رہا تھا۔
 "فاروق مجھے فوراً" آئی عدینہ کی طرف چھوڑ
 تو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"مگر تینوں گاٹیاں گھر میں نہیں ہیں۔" اس نے
 آگاہ کیا۔

"بارون کی ہائیک تو بے نام پڑ رہی توئی۔" وہ تھک کر
 بولی۔

"پر چالی تو شاید ان کے پاس ہی ہے۔" اس نے
 عذر پیش کیا۔

"بارون گھر میں نہیں ہے ہائیک ہے چالی بھی نہیں
 میں ہوگی تم فکر مت کرو میں ڈھونڈ کر لے آئی ہوں۔"

واقعہ وہ چالی ڈھونڈ کر لے آئی۔
 "اب چلو فوراً۔" اس نے حکم دیا۔

"میں کپڑے بدل کر منہ ہاتھ تو دھو لوں اتنی کمری
 اور دھول مٹی سے اب کر گیا ہوں۔" فاروق نے اپنے

پر شکن میلے کپڑوں پر نظر ڈالی۔
 "کتنی نہیں تمہیں دیکھ کر مرنے والا ایسے ہی

تھکا ہوا۔" وہ غصے سے بولی۔
 "ہو سکتا ہے کئی ہو۔" فاروق نے گلاس رکھتے

دوڑے شروع کر دیے۔
 "اب میرے ساتھ چلیں گی لوگ کہیں گے اتنی
 کو ضرورت نہیں ہے ساتھ توئی کیا ہے میں تو آپ

کے خیال سے کہہ رہا ہوں۔" وہ جان کر اسے پیچھے
 بیٹھا۔

"مٹھل دیکھی ہے تینے میں تم میرا خیال کرنے
 والے کون ہوتے ہو اگر آئندہ ایسے کہا تو شوٹ کروں

کی کتنی بار کہا ہے میں رہا کرو۔"
 وہ اسے گھور رہی تھی۔

"مٹھل تینے میں روڈ نہ تھا ہوں آئینہ تھوٹ نہیں
 بولہ اور والے کا شکر ادا کرنا ہوں۔" وہ بے نیازی

سے کہہ کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کر لے لگا۔ پروا
 سنبھل کر بیٹھ گئی۔ آئی عدینہ کا گھر خالص اور تھا فاروق

سیدھی سیٹ سڑک پر تیز رفتاری سے موٹر سائیکل
 دوڑا رہا تھا۔ سامنے آگیا کسی اسپیڈ بریکر پر اس کی نظر

پڑی تھی وہ رفتار کم نہ کر سکا تھا سنبھلنے کی کوشش میں
 پروا فاروق پر جاگری ہے اختیار اس نے فاروق کو حجام

لیا تھا۔
 "حق ٹھیک طرح سے نہیں چلا سکتے۔" وہ پیچھے ہٹ

کر ناراضگی اور غصے کے طے جلے تاثرات سمیت
 بولی۔

"میرا کیا قصور ہے آگے اسپید بریکر پر میری نظر
 نہیں پڑی تھی اور میں تو ایسے ہی چلا تھا ہوں۔" اس کو پینہ

ہو چکا۔ وہ تڑپ اتر جائے ویسے بھی میں زبردستی بھگا کر
 اٹھا کر تو نہیں لایا ہوں آپ کو خود آپ نے مجھے کہا تھا

کہ چھوڑ آؤ۔" وہ بے باکی سے کہنے جا رہا تھا پروا اس
 کے الفاظ پر غصہ ناک ہوئی۔

"میں تمہیں قتل کروں گی۔"
 "میںیں سڑک پہ۔" وہ دل جلانے والے انداز میں

مسکرایا۔
 "میں تمہیں آخری بار وارن کر رہی ہوں اگر

آئندہ میرے ساتھ کوئی ایسی ایسی بات کہی تو میں پھر
 تمہیں دیکھ لوں گی اپنا مقام پہنچاؤ میرے منہ نہ لگا

کو۔" ہائیک رکھتے ہی وہ اس پر الٹ پڑی۔
 فاروق کا پی چلا رہا تھا اس ریش زادی کا اصل

دوست کر دے ملازم تو اس کی نظر میں کپڑے کھولوں
 سے بھی بدتر تھے وہ اسے بھی اپنا معمولی غلام تصور

کر لی تھی تب ہی تو اتنے جگ تھپڑ طریقے سے پیش

آئی تھی۔

"آئی آپ کو ملازم رکھنے کے لیے یہی شخص ملا تھا" انا بے اختیار سا ہے "فصل ملہ" نام بھی خاص نہیں کرتا ہے مفت کی روٹیاں توڑتا ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ سلطان بھائی لور انفل نے اسے ڈرائیور رکھا ہے یہ وہ لالہ تو دنیا ترخو ہی گاڑی ڈرائیو کرتے ہیں آپ کو بھی کہیں جانا ہو تو خود جاتی ہیں پھر اسے تنخواہ کس بات کی مل رہی ہے۔ اوپر سے آپ سب نے اسے اتنا سر چھایا ہوا ہے۔" پروا کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"کیوں پری اس نے تمہیں کچھ کہا ہے۔" اقرار پار سے اس کے گل سہلاتے ہوئے پوچھیں۔

"مجھے کہہ کر تو دیکھے کچھ سرنہ پھاڑوں میں اس کا۔" وہ جوش سے تنہا تین کرکٹری ہو گئی۔ اقرار کے ہلکے مسکراہٹ آئی۔

"اچھا پری دیکھیں گے اسے۔" اس نے اسے بلایا۔

خود کا دل آئس کریم کھانے کو چاہ رہا تھا۔ پر مشکل یہ تھی کہ اس بھری دھیر میں ارم اس کے ساتھ آئس کریم کھانے جانے کے لیے تیار نہیں تھی اس نے سلطان کی منت کی کہ ہمیں آئس کریم لا دو پر وہ بے حوصلی سے انکار کرتے کرتے میں صبر کیا البتہ کس سے کہتی۔ "اسان بھائی اور اقرار آئی کے رعب کی بوجھ سے یہ بات سن سے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ سلطان بھائی تو ویسے بھی گھر میں نہیں تھے۔ اقرار تلی سو رہی تھیں اگر وہ ان سے کہتی تو وہ ہرگز انکار نہ کرتیں یہ وہ انہیں تیندے سے اٹھانا نہیں چاہتی تھی کم از کم وہ ارم کی طرح طوطا چشم تو نہیں تھیں۔ اب لے دے کے فاروق بچا تھا پر اس کے غرت بھی مالک سے کم نہیں تھے پروا کو اسے حکم دے کر پرامزا آتا تھا۔ اس کا چھانہ مزاج پوتا تسکین پاتا تھا اس نے تو اپنے ایک اشارے پر اس کی قیاس پوچھتے دیکھی تھی۔ یہ فاروق اس کے لیے ہی مولیٰ تھا۔ وہ اس کی طرح ایک خیال اس کے ذہن میں لگا کر اسے غرت لادتی کے کرتے میں دھک دیتے بغیر کسی دیکھنے کے اور جیتے اسے

ہایا وہ اوندھا نکلیے میں منہ چھپائے سو رہا تھا۔ نازک ہاتھوں نے بڑی بے مروتی لور کھینچی سے اسے چھو ا تھا اس اچانک القادریں سیدھا ہوا تو پروا نے دیکھا کہ اس کے اوپر ہی جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہے۔ پروا کو خوفناک کی ہلت یاد آئی۔ "تمہیں دیر سے غسل آتی ہے۔" لاکھ وہ ملازم سہی پر تھا تو موقوفہ کتنے دھڑلے سے دستک دے رہے بنا کھس تکی بھی لور پھر کس طرح سے اسے چھوڑا تھا۔

"جی فرمائیے اب کہن سا کام کروانا ہے۔" وہ تیند کے خمار سے پوچھل آنکھیں بمشکل کھولتا ہوا بولا اور اٹھ جیٹا اس نے شرٹ کی تلاش میں اور حرا دھرا گھو دوڑائی وہ صوفے پر پڑی ہوئی تھی وہ پروا کے قریب سے گزر کر صوفے کی طرف بڑھا۔

"مجھے آئس کریم لاؤ۔" وہ کہہ کر بھاگ آئی۔ فاروق کو اس انداز میں دیکھنا اسے مناسب نہیں لگا تھا اگر وہ اس کے یوں بے دھڑک جگانے کا کوئی لور مطلب لال لیتا کوئی بد ٹیڑی کر دیتا تو آگے ہی اتار دیتا تھا۔ واقعی اسے دیر سے غسل آتی تھی۔ اسے یوں بھری دھیر میں ایک صوفے کے کمرے میں نہیں جانا چاہیے تھا۔

دو روز بعد وہ اس بات کو بھول بھل گئی۔ فاروق نے اسے آئس کریم لا دی تھی اور پیسے بھی نہیں مانگے تھے انہی اس احقانہ بھاری پر اس نے خود کو خوب سراہا تھا کہ اتنے بڑے صوفے کو لا دیتا ہے آئس کریم کے پیسے ہی نہیں دیتے ہیں۔

*-**

"ارم تو فاروق کے کمرے کی تلاش لیتے ہیں۔" وہ اس کی ہاتھانہ تجویز پر اسے گھورنے لگی۔

"اچھا تو نہ سی۔" پروا نے موضوع بدل دیا۔ اسے یہ تو ظلم ہو گیا تھا کہ ارم اس کا ساتھ نہیں دے گی۔ پروا نے تنہا ہی یہ صدمہ سر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فاروق صبح سے ہی کہیں گیا ہوا تھا۔ سالہ نے باتے جاتے سوئے سلف کے سامان کی لٹ اسے تھامی تھی کہ واپسی لیتے آتا۔ اقرار انک روم میں اپنی دوست کے ساتھ صوفے آؤنگہ تھیں۔ آئی سالہ

ایسی تمام باتوں سے اس نے بہت جلد فاروق کی زندگی اچھل کر دی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اسے لڑکھڑکھاتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ پھر بعد میں اسے ایک بار جو کتاب اس کے دل میں سا گرا آئے پورا کر کے ہی دم لیتی۔ جیسے اس کا بھائی اس کے دل میں کلید پڑا تھا۔ اس نے سارے لان کی گھاس اس سے کٹوائی اور پلوں کی گڑھی گڑھی کٹوائی اور اسے صاف آئی گھر میں لے آئی۔ البتہ اقرا آئی اسے اسے لڑکھڑکھاتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ پھر بعد میں اسے ایک بار جو کتاب اس کے دل میں سا گرا آئے پورا کر کے ہی دم لیتی۔ جیسے اس کا بھائی اس کے دل میں کلید پڑا تھا۔ اس نے سارے لان کی گھاس اس سے کٹوائی اور پلوں کی گڑھی گڑھی کٹوائی اور اسے صاف آئی گھر میں لے آئی۔ البتہ اقرا آئی اسے اسے لڑکھڑکھاتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔

کے حوالے سے۔ ”اے ہم نے زبان و اعضاء تلے
و ابائی یہ اس کے منہ سے کیا نکلنے والا تھا صد شکر کہ
پہلے آگے ہوئی تھی اس کی بات سنی ہی نہیں۔
قاریق کے عین سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

فاریق تھا۔

باقی اس صورت حال کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ برق کی یہ جرات اسے سر سے جھڑک چلائے دے گی۔ اس کی ہل چل رہا تھا حسن بھائی کے رویہ اور کا پورا راؤ بیڑ اس پر خلی کر دے اسے اتنا مارے مٹا مارے کہ اس کے جسم سے طین کا آخری قطرہ تک اگل جائے۔

اس لمحے اگر کوئی اور وہاں آجاتا جیسے نئی تہمی تو کیا ہوتا تو سب جو اسے اتنا مصوم تصور کرتے ہیں وہ کیا مطلب نکالتے۔ انکل اور آئی اس کے بارے میں کیا سوچتے۔ مدتے مدتے وہ سو گئی تھی۔ ارم جگانے تک تب بھی نہیں اٹھی اقرار کھلنے کا کہنے آئیں تو اس نے انکار کر دیا وہ اس کے قریب بیٹھ کر کہیں۔

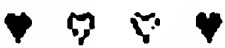
”میری کیا ہوا ہے۔“ وہ پیار سے بولیں تو اس نے جھرمجھرتے بہانے شروع کر دیے۔

”مجھے حویلی جاتا ہے بیٹا میں مجھے یاد آ رہی ہے۔“ وہ اسی رفتار سے رو رہی تھی۔

”اچھا چلی جانا کچھ بھی ٹی اٹل اٹھ کھانا کھا لے۔“ اقرار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا چاہا مگر اس سے مس نہ ہوئی کہ بھر کو خبر ہو گئی کہ پروا کو کھانا دیا گیا ہے۔

”میری میں نے تمہاری پر سوں کی سیٹ کفرم کرادی ہے اب تو مسکراؤ۔“ حسن بھائی نے اسے دلاسا دیا تو مسکرا بھی نہ سکی۔

پس حویلی جانے کی خوشی، وری تھی پر ساتھ ساتھ فاریق کو سبق سکھانے کا بھی دل چاہ رہا تھا۔



”میری کیا ہوا۔“ ارم نے اسے بلایا تو وہ اسے جھٹک کر اٹھ گئی اور آگے آکر بیٹھ گئی۔ اچانک ہی اس کی نگاہ اقرار تلی پر پڑی تھی۔ وہ دم بخود حیرت زدہ سی کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی جیسے کہن کی نگاہوں کے تعاقب میں یوں ہی دھمکتے ہوئے وہ چونک گئی۔ فاریق پائپ لگائے پورے میں کھڑی گاڑی دھو رہا تھا۔ چنٹ کے پائپ آگے کے شرٹ کی آستین لٹکائے بظاہر وہ ٹھن تھا اور اقرار تلی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ قدرے آگے ہوئی تو اقرار نے اسے دیکھتے ہی کلب بحث

”یہ آخر اسٹور روم میں کیا کر رہا ہے۔“ وہ بے تہ مولہ اندر داخل ہوئی اسٹور روم میں ایک کھڑکی پر ویسوں کے صحن کی طرف مکتی تھی وہاں سے کھڑے ہو کر آنے والوں کا یا آسانی نکلا کر کیا جا سکتا تھا۔ فاریق اسی کھڑکی کے آگے کھڑا تھا اور اس کے گلے میں جدید ترین سلاشت کا غیر ملکی کیمونکا ہوا تھا وہ احتمالی محویت سے تصویریں لے رہا تھا وہ آگے ہوئی کہ دیکھے پڑوسیوں کے صحن میں کیا چیز ہے جو یوں فاریق جیسا تمھیں نوکر اس حساس ترین پورٹرائٹ کیمرے سے تصویریں بنا رہا ہے جو اس سے وہ آگے ہوئی اسی خوشی نے کھم بکاڑ دیا۔ آہٹ پر فاریق نے اسے دیکھا بس ایک لمحہ تھا فاریق نے اسے محسوس کر خود سے قریب کر لیا ایک ہاتھ اس کی گردن کے گرد لپیٹتے ہوئے اس کے منہ پر رکھ دیا۔

”خبردار تو کوئی حرکت کی یا تو از غفلت۔“ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ پروا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ فاریق کا منہ بند ہاتھ ڈھکن کی طرح اس کے منہ پر جما ہوا تھا اور ہاند شائے سے ہوتا ہوا اردوں میں لپٹا ہوا تھا وہ کہتا کھٹ تصویریں لینے لگا اسے مشکل تو ہو رہی تھی پر اس مشکل صورت حال میں وہ کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا کتنی آہورا صورت حال تھی وہ فاریق کے اتنے قریب تھی کہ نظر اٹھا کر اس کی گردن پر گئے زخم کے نشان کو دیکھ سکتی تھی نہ جانے اس عالم میں کتنی دیر ہو گئی ہو کہ یوں لگا جیسے صدیاں گزر گئی ہیں اس نے ہاتھ روک لیا۔

”اگر نیچے جا کر کسی سے کچھ کہا تو آپ کی ہی بدنامی ہوگی اس بدگستاخی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ یہ میری مجبوری تھی۔ تب ہی عین وقت پر ٹال ہو گئی۔“ فاریق نے اس کے گرد لپٹا ہوا فولادی ہانڈو مٹایا وہ ایک کے ہاتھ سے اس کے چہرے پر ہاتھ کے تلی تھی اور سیدھی اس کے منہ میں لپٹا ہوا فولادی ہانڈو کے سمندر اٹل کرنے کو بے کلمب تھی اس نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش بھی نہیں کی کہ کھانا کھا کر کھانے پر اتر آتا ہے اس کے آگے کھانا کھانے کی تیز رفتاری سے

کسی سے کیا چھڑ کے تپتے ہوئے چٹا نہیں

~~*

حوالی کے تمام ملازمین ہی ہوا کی غیر معمولی خاموشی کو محسوس کر رہے تھے۔ جب سے آلی بھی چپ چپ سی تھی کسی ملازم کو اس کی سستی پر ڈانٹا بھی نہیں۔ سرور کھڑے ہو کر کام کر لیا، بھاگ بھری اور ماروی اس وقت بھی اس کے بارے میں بات چیت کر رہی تھیں۔

”بھاگ بھری دیکھ تو رہی ملی سائینوں کا رنگ کتنا پیلا ہو گیا ہے۔“ اس نے علی گٹھاپہ گم مسم بیٹھی ہوا کی طرف اس کی توجہ دلائی اسنے میں حوالی کی پرانی اور لوحیز عمر ملازمہ کاظمہ بھی ادھر آ گئیں۔ ان دونوں کے خدشات ظاہر ہونے کے بعد وہ سیدھی ہوا کی طرف چھ گئیں، ہوا ان سے بڑے احترام سے پیش آتی تھی۔

”دو مہی رہی کسی نے کچھ کہہ تو نہیں دیا جو یوں چپ چپ ہیں۔“ وہ گھاس پر بیٹھ گئی تھیں۔
”جیس ماں۔“ روایاں لیا سے مسکرائی۔
”پھر میری دھی کو نظر لگی ہے میں اتنی مرتبہیں وار رہی ہوں آپ کے لوہے۔“ کاظمہ اندر مرتبہیں لینے چلی گئیں۔

”رہیں مجھے نظر لگ گئی ہے بہت بڑے رز کی۔“ اس کا دل اندر سے رونے لگا کاظمہ مرتبہیں لے لگی تھیں۔

”دو مہی یوں نہ رہا کہ وہاں اسائین کی جان سے تم میں۔“ ہوا اس کے گرد مرتبہیں پھرتے ہوئے تلپین کر رہی تھیں۔ ہوا کی آنکھوں سے ایک آنسو پکا اور گیس میں غائب ہو گیا۔

”اور میری جان تو کوئی بھری رہی میں ساتھ لے گیا ہے۔“ اس کے دل نے پھو بانی دی۔

~~*

بھاگ بھری اس کے کیلے پاؤں کو نرمی سے سلجھا رہی تھی پانی پاؤں سے ٹپکتا ہوا اس کی گیس کو نرم کرتا جا رہا تھا۔

”لی بی سائینن آپ نے ہل تپتے ہوئے نہیں۔“

کے آگے کھڑا ہوا پوسج میں چلی گئی۔
اس وقت کے بعد وہ پہلی بار اس کے سامنے تکی لگا کر دھڑ دھڑ سے صاف کپڑاؤں اسکرین پر پھیر رہا اس کے لگے تھیں ہلن کھلے ہوئے تھے۔ ہوا کا جی اگلیں میں چڑی مٹی اٹھا کر اس کے اسرار بھرتے آگے پر مل دے وہ ڈیر لب گٹھنا بھی رہا تھا غور سے تنہا ہوا کو سمجھ میں آیا۔

بھری زلوں سے باہل کو رنگت ملی تھو کو چھو کر ہوا میں مہلر ہو میں ہوا کی تھو بے اختیار اقرار تلی کے کھلے ہالوں کی دل اٹھ گئی جو ہوا سے لڑاتے تو وہ نزاکت سے میں سمجھتیں اس عالم میں وہ ہمیشہ سے زیادہ اچھی لگتی تھیں۔ پر نہ جانے کیوں گرج پہلی بار وہ اسے لگتی تھیں نکلیں۔ اس کا جب وہ خود بھی جان نہیں پتا تھا کئی پھر وہ اندر چلی گئی جیسے یہ منظر برداشت سے

کاظمہ سرے روز روایاں جانے لگی تو قاریق غائب ہوئے یوں بھی برہمیل تہ کر دار ہے پوچھا تو اس لالچ لگا دینے والی خبر سنائی کہ وہ نو لری پھوڑ کر چلا

~~*

ہوا اپنے شاہکار سے بندروم کے گداز بستر پر وہیں ہل رہی تھی ایک سویم جیسے حلق میں کانٹے پڑے تھے۔ سلیڈ جھیل سے پانی کا جگ اٹھا کر اس نے ادا کرت منہ سے آگایا اور غٹھ پینے لگی اس پہ لگیں بے چینی سی طاری ہو گئی تھی۔ وہاں بند پر لگی تو تیز کا کوسوں ام کلن نہ تھا اسے اپنا پلایا اندر کھن و کان اور پہلو سلگتے ہوئے محسوس اسے تپتے جانے کہیں سے اس کی گردن پر لگا زخم کا خون ہوا کی آنکھوں کے آٹے ٹھہر سا گیا تھا۔ ایک

پچھتہ ہو گیا محسوس ہو رہا تھا وہ اندر لگتے رہا چاروی بھی رہا میں پارسی تھی۔
”میں ہی تم سے خفا ہے ہو گئی تھیں نے سسکی لینے

”میں میں منہ چھپا لیا۔“
”ایک دن اس دن تمام شب اس

بھاگ بھری نے بے اختیار تعریب کی تو کوئی اس کے کانوں میں گنگھایا۔

تیری زلفوں سے ہلکے کورنگت ملی

بھیس اب جاؤ میں خود کر لوں گی۔" پروانے پرش اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لڑاسی لورے نے گلے اس کے پورے وجود کو ڈھانپ لیا تھا۔ حویلی کے ملازمین لوردارم کے گھر میں اگر کسی کو یہ خبر ہو جاتی کہ وہ ایک معمولی لوکر کے ہارے میں اس طرح سوچ رہی ہے تو وہ سب کی نگاہوں میں گر جاتی وہ اسے پاگل گردانتے بھلا کہاں پروانہ لور کیوں ملا رہی جیسا معمولی نوکر کرتے وہ ہر وقت ڈانٹ کر حقیر کر کے اس کا مقہم یاد دلانے کی کوشش کرتی تھی وہ ہر وقت دوڑاتی تھی اسے اسی ملاہوتی کے بارے میں اس کے احساسات بدل چکے تھے۔

اگر بابا سائیں کو اس کے خیالات کی خبر ہو جاتی تو بھینٹا "وہ تمام خانہ بالائے طاق رہتے ہوئے پروانہ کو بولی مار دیتے کیونکہ جس شخص کے ساتھ انہوں نے پروانہ کا نام کیا تھا وہ اپنی کی انام میں بہت بند تھا وہ اکثر بھنی باز اس کی تعریف کر دیتے تھے۔ ان کی باتوں سے اس نے اندازہ نہ کیا تھا کہ وہ بہت جلد اس کی شادی کر دیں گے۔ پروانہ کو اس شخص سے ایک فیصلہ بھی ہو چکی تھی۔ اس رشتے نے اس کے اندر کوئی ہڈ نہ نہیں ڈنایا تھا۔ اتنا وہاں ہور سے روک اپنے ساتھ لگا لاتی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ ٹارون کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ پورا رات روت اور اسے حسان بھالی نے رکھا تھا اب تو وہ لن کی ملازمت بھی چھوڑ چکا تھا۔ اسے اضطراب اور بے کلی کے حوالے کر کے جانے دو کہیں چلا گیا تھا۔

اس روز اس نے بے اختیار لاہور دارم کا نمبر لکھا

ملا اور اترے بات چیت کے بعد دارم کی باتیں سنیں۔

میں تو تمک ہوں یہ کہہ کر تو کو کیا ہوا ہے۔

ٹھیک نہیں کرنے لگی تھیں۔ "دارم نے ا۔۔۔" وہ بے اختیار فامدی کے ہارے میں پوچھ پٹھی۔

"وہ جو تمہارا اور اچھوڑ تھا پھر نہیں آیا۔" اس نے

بجے کی بے قراری کو چھپائے نہیں دیکھ سکی تھی۔

"اگرے نہیں سمجھاری ڈانٹ کے بعد وہ بھاگ گیا

ہے اب تو کبھی نہیں آئے گی جیسے عزت کی بات نہ ہو

ہمارے ساتھ والا جو شاہدار سا پر لکڑی نکلا تھا۔

اس نے وہاں ملازمت کر لی ہے۔" دارم نے بولی۔

بات ہی ختم ہو گئی تھی کیسے بات آگے بڑھائی اور

میں اس کا کیا بھرم رہ جائادہ کیا سوچتی؟

*-**

بابا سائیں لور رزلٹ کا اسے برابر انتظار تھا

حیات کے مطابق وہ امریکہ میں اپنے مصروف

فون کرنے کے لیے وقت ہی نہیں نکال سکتے تھے۔

بپ ایک دن اس کی بے قراری حد سے بڑھ گیا

سائیں کا فون آتا کیا یہ لن کی تواضع کی بھاری بھالی

لنگ رہی تھی۔ وہ سب کچھ سن کر اس رات تھک گیا۔

استفسار پر انہوں نے بتایا کہ انہیں کسی شرط پر

اور کھائی ہے۔ اتنے تسلیاں دلا سے دیتے ہیں۔

انہوں نے فون بند کر دیا۔ حیات اب دور گیا تھا۔

شیر میں تھی کہ وہ دارو کی طرف گیا۔ وہاں

سائیں کی طرف سے ملنے والے قلم کے بندہ اور

ملنے لیا تھا۔

اس وقت وہ دارو کے تھیر کے ڈرائنگ روم میں

بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چیروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ ڈرائنگ

روم قلم اور چدیر طرز آرائش کا بہترین احزان تھا

اس نے دل میں ہل میں ٹیبلٹ کے ذوق کو سراہا۔

"ڈرائنگ روم میں تم سے بڑی بڑی موچیں ہوں

کوئی تو می ملے آیا ہے۔" دارو دانش روم سے بیٹے

نکلا ممالے اسے بتایا۔

"نام بتایا ہے اس نے۔" وہ شرٹ کے منہ

کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے پوچھا ہی نہیں پر مجھے وہ کوئی بہت

خطرناک لگا ہے پتا نہیں کیسے کیسے لوگوں سے تمہارا

جناب ہے۔" دارو دل بیگم نے بے زاری سے ماتھے پر ہاتھ

دراوہ خشنہ لگ

سائیں کا والد تھا۔ وہ اس سے بد تمیزی نہیں کرتا تھا۔
پھر وہ آپیشل پولیس ڈپارٹمنٹ کا اعلیٰ افسر تھا۔ میرے
بندہ عادی دلاور اور گولیل کا پتہ اسے سنا نہیں کر سکتا
تھا۔

۳ چھ ماہ میں فرصت ملتی ہی چکر لگاؤں گے۔ "داور نے
باہر جاتے حیات کو امید کی کہ دن دکھائی تو حیات نے
پلٹ کر اس کے دلوں ہاتھ پکڑ کر چھوٹے آنکھوں سے
لگائے۔

"لی بی سائین بہت پریشان ہیں آپ کی تسلی کا
ایک لفظ ان کے لیے بہت بڑا سہارا ثابت ہو گا۔"
اس کے ہاتھ چھو کر وہ اپنی لینڈ کروئیر میں سوار ہو گیا۔
داور پریشان پریشان سا اندر کیا ساہا گل نے اس کی
پریشانی بھانپ لی تھی اور یقینی طور پر اس کا تعلق اس
نئے والے خطرناک صورت آدمی سے تھا جس کو
رخصت کر کے دلاور اندر آیا تھا۔

"کون تھا یہ اور کیوں آیا تھا۔" ان کا سوال بہت
خطرناک تھا اگر وہ بتا دیتا تو جانے کیا ہوتا؟ اتنا بڑا قدم
اس نے ہٹائے بغیر اٹھایا تھا اس وقت اس پہ فرش
شیشی اور پٹے سے نکلنا بھوت سوار تھا۔ وہ پراچل
نواز جیت کر منڈ کی جی سے وہ نکاح پر آمادہ ہو گیا تھا۔
واپس افسران دلاور کو تیز تک کو خیر نہیں تھی کہ چل
نواز کی گرفتاری کی خاطر وہ اتنے چلا گیا ہے واپس
آ کر اس نے اس ناگوار بندھن کے تیاں سے پیچھا
چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور اب یہ سکون
پانی میں حیات پھر پھینٹنے چلا آیا تھا اپنے ڈیڑے کا
پیچھ لے کر۔

داور کو پتا تھا کہ پولیس کسٹڈی میں ہونے کے
بلوچہ چل نواز کی طاقت دلاور سوخ میں کی نہیں
تھی۔ یہ وہ اس کی طاقت کا ہوا کم کرنے کے لیے ہر
ممکنہ وسائل سے بڑھ کر لا رہا تھا۔ چل لاگ اپ میں
بیٹھا کار بندوق کی ڈوبیاں بلا رہا تھا۔ بس کچھ عرصہ کی
پست تھی غیر ملکی باغی نے اپنا دست شدت چل نواز
کے سر سے ہٹا لیا تھا۔ کچھ گئے پنے بانہارہ گئے تھے۔
جواب بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ اسی وجہ سے
وہ اب تک بے گناہ نہیں تھا۔ ان کے اس بے برامی

"مہمائی جاب ہی ایسی ہے۔ اچھے برے ان کے
بندھے، ٹیڑھے میڑھے، تنگ وید لوگوں سے واسطہ
نہیں پڑتا ہے۔ ہر حال میں دیکھتا ہوں آپ کو لٹاؤ نکس
کے ساتھ کچھ اور بھجوا دیجئے گا۔" وہ نکل گیا۔ حیات کو
دیکھتے ہی اس کے ماتھے پر ٹانھوں سے بل پڑ گئے
تھے۔ اس سے بڑے احترام سے ملا پر دلاور نے زیادہ
گرم جوشی نہیں دکھائی۔

"دلاور سائیں کہہ رہے ہیں کہ آپ نے گھروالوں
کو راضی کر لیا ہے تو لی بی سائین کو لے جائیں کیونکہ
دلاور سائیں کی گرفتاری کے بعد ان کے رشتہ داروں
میں نئی نئی افواہیں گردش کر رہی ہیں۔" حیات نے
اس کے آگے ہاتھ باندھنا بند کر دیا۔

"دیکھو حیات ابھی میں نے گھروالوں سے بات
فیس کی ہے کچھ عرصہ تو لگے گا اور تمہاری رہائش
ڈاؤ کی کو خطرہ نہیں ہونے کا گاتے ہو۔ ڈیڑے کی بھی
آپ تمہارے جیسے جانثار ملازم ہیں ان کے۔" دلاور
کے منہ کو حیات جانے سمجھا یا نہیں یہ لجا دت سے
نکلا۔

"سائیں دلاور آپ حویلی کا چکر لگائیں ہمیں ذرا
تسلی رہے گی۔"

"میں ظاہر نہیں ہوں۔ مسٹر حیات حکومت کا
ملازم ہوں مجھے اپنی فرصت نہیں ہے کہ حویلوں کے
چکر لگاؤں۔" وہ کئی سے بولا تو حیات حیرت سے اسے
دیکھنے لگا۔

"داور سائیں دلاور سائیں نے ہا قلعہ پیغام بھیجا
ہے جس سے یہ کیا ہوں۔"

"ملاور میں تو تمہارے دلاور سائیں کا بھائی اور ملازم
ہوں میں جو ان کا پیغام ملتے ہی فوراً حکم کی تعمیل کروں
گی۔"

حیات کو اس کی بے جا زنا رفتگی سمجھ میں نہیں
آئی تھی اس نے کئی کئی بار لوانت کو ہاتھ تک
نہیں لگایا اور انہیں کھڑا کر دیا۔

"آج سائیں پتہ ہو گیا کہ وہ کون سے آدمی
ہو گا۔ ان کی گرفتاری کے بعد دلاور سائیں دلاور

فہرست بہت طویل تھی۔ جس تنظیم کے لیے وہ کام کرتا رہا تھا وہ تنظیم محل کے ذاتی خدمت گاروں کو خریدنے کی فکر میں تھی ان کے ذریعے وہ لاکھوں میں لکھ اسے موانع چاہتے تھے کیونکہ اس کے پاس تنظیم کے اہم رازوں کے ثبوت اور انجمن کے ایڈریس و فون نمبر تک موجود تھے۔ وہ حیران تھے کہ محل نے کیونکر خود کو پولیس کے حوالے کیا ہے۔ وہ ہمارے ماننے والا لگتا تو نہیں تھا۔ بہرحال اسے جلد از جلد کسی بھی طریقے سے موانع چاہتے تھے تاکہ نہ رہے ہانس اور نہ ہی کسی۔

پھر کیا یہ شخص تمہیں کوئی دھمکی تو نہیں دے گیا ہے۔ "ناؤ کل لے اس کا خاموش چہرہ جانچا۔

"نہیں مہاراجا کسی میں اتنی اہمیت ہے جو داؤر زلیٰ یعنی آپ کے بیٹے کو دھمکی دے سکے کسی میں اتنا دم ختم ہے۔" داؤر نے غور سے اپنے بازوؤں کو دیکھتے ہوئے کہا تو ہاتھ کل لیے جو بڑے کڑیل سے بیٹے کی ہڈی ہڈی میں اٹکاتا رہنے لگیں۔

"یہ آپ کی روزت نہیں لگی ہیں ذرا فون شون کر کے خبریت ہی معلوم کر لوں۔" محل کی نظروں سے بچ کر وہ ٹیلی فون بیٹھ گود میں رکھ کر صدف آپلی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

صدف احمدیوں لاہور کے ایک گاؤں میں بیانی ہوئی تھی جو بدری سکندر صدف کا اس فیملی کا بھتیجا تھا۔ اس نے اپنے والدین کے توسط سے رشتہ دیا جو قبیل کر لیا گیا سکندر کے والدین بدی پستی رہیں تھے۔ ہزاروں ایکڑ صرف اراضی تھی 'پلغات' حویلیاں مکانات اس کے علاوہ تھے اتنی دولت ہونے کے باوجود بھی سکندر کے خاندان والوں میں کوئی غور اور انگو نہیں تھی۔ بہت نقصان اور محبت کرنے والے لوگ تھے۔

سکندر بدی بھی کرتا تھا اسے اس رشتہ پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان دونوں کی شادی کو چھ سال ہو چکے تھے لیکن کچھ بیاہے ہمارے بچے بھی تھے۔ تین سالہ لوی بھائی تھا۔ صفا کہ بچہ کی جان بچاؤ میں اس نے کئی کئی کھانوں والی حویلی میں

عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ مالا مال۔ بدخواہوں نے کوششیں کی تھیں کہ یہ رشتہ دار اپنے رحمان زلیٰ کو انہوں نے قوم و نسل کا قاتل قرار دے کر کے انکار کرنا چاہا تھا کہ آپ اصل طور پر تھیں۔ چھان ہیں جبکہ وہ پنجابی ہیں پر رحمان اس جھانٹ میں نہیں آئے۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا وہ ہندو ہیں۔ بعد میں ہیں مسلمان پہلے ہیں۔ سکندر بھی مسلمان ہے پھر انکار کا کیا جواز رہتا ہے۔ وقت نے ان کے اس فیصلے کو بدست ثابت کیا تھا۔ صدف من چاہی بہادر ہوئی تھی۔ وہ غزے سے سرسراں میں عیش کر رہی تھی۔

صدف سے بڑا ایک بھائی یاد تھا۔ اس کی شادی خاندان میں ہی ہوئی تھی۔ وہ آج کل اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سعودی عرب میں نوکری کے سلسلے میں تھا۔ وہ "فولٹا" وہ چکر لگاتا رہتا تھا۔ تیسرے نمبر پر داؤر تھا۔ اس سے چھوٹی نور لائی شادی ہوئی تھی جو پونہ رشی اسٹوڈنٹ تھی۔ یہ ایک آسودہ حالی اور روشن خیالی کہہ سکتے تھے۔ داؤر کو پولیس جاب میں ڈب سے ملے بعد دیگرے کام کیا جاتا تھی شروع ہوئی تھیں تب سے تمام گھر والوں نے اس پر شادی کے لیے اہلکار ڈالنا شروع کر دیا تھا۔

شادی کے دن اپنی سہیلیوں کو اسے دکھانے کے لیے لے کر برائڈ کر لی رہتی تھی۔ اب تو ہاتھ نہیں اس کا چھپا لے لیا تھا۔ اس کی پرورش ہوئی تھی۔ وہ اب گیس بی کے عہدے پر تھا۔ تعلقات اور فرائض کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا۔ ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ صدف جب بھی آتی وہ تین تھوڑی سی ساتھ لائی جو گاؤں میں اس کی ملنے جلنے والیوں کی ہوتی تھیں۔

"تار کھاسک آپلی میں نے بیویوں کا حرم نہیں بنانا ہے جو آپ اپنی تصویریں لے آتی ہیں۔" وہ باتوں میں لگا کر انہیں پکڑ دے جاتا اب فون کر کے اسے ملے ہوا تھا کہ وہ تار اغش ہیں وہ ان کی منتخب کردہ ٹریکیں پر نظر جو نہیں ڈالتا تھا۔ داؤر نے انہیں منالیا تھا۔ ان سے باتیں کر کے اس کا ذہن بٹ گیا تھا وہ لب قدرت

--*

پروا اور ارم کا رزلٹ ٹوٹ ہو گیا تھا۔ دونوں گھبراہٹ ہو گئی تھیں۔ پروا کا اب تو لاہور چلا تا نذر ہو چکا تھا۔ تھراور کے ایڈیشن فارم جمع کروانے تھے۔ اور اس طرح کے ایک دو مسئلے تھے۔ ارم کا بھی بدلہ لینا تھا کہ فارم لینے چلیں۔ حیات اسے کالج ہو کر گیا تھا۔ ارم سخت ناراض تھی کہ وہ سیدھی کالج نہیں آئی۔ شوگٹاں اور میو بھی خانا تھیں کہ اس نے اتنے لمبے کوئی رابطہ علی نہیں کیا۔ اس نے مشکل سے جان چسڑائی دیں کالج میں بیٹھ کر تھیں لے۔ ارم مل گئے اور جمع کروا لیں۔ حیات اس کا انتظار کر رہا تھا جبکہ ارم بار بار اس سے کہہ رہی تھی کہ پانچ روز میں نئے داخل ہونے والے اسٹوڈنٹس کی لسٹ آگ جائے گی تب تک ادھر بیٹھ کر رہیں۔ ارم کی خند کے آگے بیجور ہو گئی اور حیات اکیلا وہیں بیٹھ گیا۔

وہ ارم سے نامہ قلم کے بارے میں پوچھنے کے لیے مناسب انداز پر سوچ رہی تھی اسی لمحہ میں کھڑا ہوا۔ سالانہ امتحان اور اقرا آئی سے ملتے ہی یہ بات اس کے ذہن سے نکل گئی۔ دوسرے روز ارم اسے بازار لے گئی۔ گاڑی کھڑی کر کے وہ دونوں لیبی کے اس بیڈیہ شاپنگ مال میں گھس گھس گھس۔ پروا کو تو کوئی چیز نہیں خریدنی تھی ارم ہی اس کی میٹیں گر کے لائی تھیں۔ بھولے اس کے کہ "تیرا دل مشنل کے وقت بڑے زبردست ہو گئے اپنی بہنوں کے ہمراہ آتے ہیں اور اچھے اچھے نئے سوٹ پہنا لیں" اچھا امپریشن پڑے گا۔ "ارم شرارت سے بولی تھی۔

"انہوں نے تمہیں پسند کرنے تو نہیں تھے۔"

پروا تھک گئی تھی۔ "دو دن آئیں پر میں تو اتنے انداز میں کالج جاکوں کی زرا میں اب میرے ساتھ چلوں ساتھ ساتھ ہوتے آئے ہوتے آئے ہیں۔" اس نے زبردستی پروا کو لایا۔ ارم ایک لمحہ سوچ کر ہنستے ہوئے کہنے لگی "وہ بچے کے بعد خریدنے کے دکاندار بھی اس کے

کپڑوں کی دکان سے نکل کر ارم شو مارٹ میں گھس گئی۔ پروا نے اپنے لیے بھی نازک اور اسٹائلش جیلر دیکھ لی۔ کپڑا بلی ڈیوڑیوں والی تھیں اس کے سفید بالوں میں مستحضر رہی تھی۔ پھر ارم جانے گیا آیا لم علم خریدی رہی وہ میرے اس کا ساتھ دیتی رہی۔ خدا خدا کر کے اس کی شاپنگ مکمل ہوئی۔ دونوں بھرے ہوئے شاپر اس نے گاڑی کی بیک سیٹ پر ڈالے۔ تب ہی پروا کو یاد آیا کہ اس کی چوٹی وہیں دکان میں رہ گئی تھی۔

"ارم میرے ساتھ چلو شاپر دکان میں رہ گیا ہے۔"

وہ پریشان سی تھی۔ "میری بھاری دوست میری ٹانگوں لے چلنے سے انکار کر دیا ہے خود ہی لے آؤ آپن کے اندر رست نہیں ہے۔"

اس نے حقائق انکار کر دیا۔ "میرے بچھے شاپنگ پر چلنے کے لیے کہا تو دیکھا میری جوتی جائے گی تمہارے ساتھ۔" پروا نے دانت کچکا پائے پر ارم پر اثر نہیں ہوا۔ کیٹ پیٹر تن کر کے گاڑی کی بیک سے سرٹکا کر وہ موٹیسی سے لفٹ پر وزونے لگی۔ پروا ناگہانی چلا کر لگی بھاری سی جتنے اس کے سر پر ہاتھ مارے "وہ تو جگہ سے ہٹنے والی نہیں لگ رہی تھی وہ اکیلی ہی رہی ہوگی کیونکہ وہ لکھنؤ سورت اور منقو ڈرائیونگ لگتی تھیں اس نے ایک دکان کے علاوہ نہیں گھس دیکھی تھی۔ جب وہ اس دکان پر پہنچی تو وہ علوم ہوا کہ ہر دوں والا شاپر تو نوٹی اٹھا کر لے گیا ہے۔ سب شاپر خریدار ہوتے تھے ملت میں ہاتھ نکل جیتے بری لگتی تھیں کوئی جوتے اٹھا کر چلے گیا تھا۔ اب صرف اس دکان کی ایک جوڑی رہ گئی تھی۔ وہ بھی شوکیس میں تھی ہوئی تھی۔

"پلیز مجھے وہ والا جو آ رہے ہیں۔" وہ شوکیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تو دکاندار "میری سی ایس" وہیں کے بعد مان گیا۔ اتنے میں لوہر گلاب آئے۔ انہیں چوتے دکھانے میں مصروف وہ آیا پروا وہیں ہو رہی تھی۔ "پلیز مجھے۔" اس نے کہا "وہی ہے مجھے۔" وہ ساتھ ساتھ نہنی تھی لیہ رہی تھی۔

"نور انصاری نے بے میں پیک کر کے دیا ہوں۔"
 دکاندار بھر مزید آئے والے شہر کی طرف متوجہ ہو گیا
 تھا تو ناچار وہ پوچھی جوتے اٹھائے کھل گئی تھی وہ دکاندار
 "ارے ارے رکے تو" کی صدا اٹھائی وہ کیا وہ تیزی
 سے بیڑھیاں اتر رہی تھی جب اچانک ہی وہ لپے
 لپے پاؤں والے لڑکے سامنے آئے۔

"ارے دیکھو تو سنو رٹا ہاتھوں میں جوتے اٹھائے
 گھوم رہی ہے۔" ایک لڑکے نے دوسرے کو اس کی طرف
 متوجہ کیا۔ لان کی بات پر مطلقاً حیران رہے پتھر آگے
 ہوئی جو بھی وہ شہنشاہ جوتے سے اتر کر سڑک کر اس کر لے
 گئی ایک جیب سے اس کی فکر ہوتے ہوتے پڑی۔
 جوتے اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر سڑک پر
 جا کر رہے۔ جیب والا رک گیا تھا اور اڑا کھلا اور وہ پیچھے
 اتر آیا۔ جیب کی سرکاری نمبر لیسٹ دیکھ لی تھی یہ
 پولیس جیب تھی اس نے قانون کے اس اندھے
 قاتل کو کمری لٹائی کاٹ لیا۔

"تنگی ایم سوہنی مس۔" روئے شام کی
 عذرت کہتے فٹنس کی آواز پر اٹھ اٹھائی تھیں کہ
 یہ تینوں پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے سر پر آکر رہے یہ تو
 قانون تھا اسے اپنی ہمارت پر دھوکا ہوا اس نے ہمار
 پوری آنکھیں کھول کر دیکھا وہ سوتی صد قانون تھا۔
 پولیس کی دودھی میں اس نے اس کی پوچھا "میں شہر
 لگے بیچ کو چھل اٹھیں پلی واور زلی اسٹیکل پولیس
 پوار ٹمٹھ۔"

"یہ لیں۔" اس نے سڑک پر پڑے جوتے پروا کی
 طرف دھرائے جو عجیب کیفیت میں تھی۔
 "تو تم قانون ہو ٹھہر۔" اس نے احتشاک
 سوال کیا۔

"میں میں واور زلی ہوں۔" اسے حیران چھوڑ کر
 وہ جیب میں سوار ہو گیا وہ اسی کیفیت میں گاڑی تک

اس کی حیرت میں اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا تو
 وہ ہڑا کر رہے جو اس کے سامنے تھا وہ تھا ہاں
 اس کی حیرت میں اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا تو
 وہ ہڑا کر رہے جو اس کے سامنے تھا وہ تھا ہاں

قانون میں لے ابھی ابھی اس کا ہم شکل دیکھا
 پولیس پوچھا "میں پوچھا تو قانون سے بہت مشابہت
 آنکھیں ہل پھرا رنگ تھا تو اس کے کچھ قانونی
 مانند تھا۔" اس نے اسے تین ارم کو سر پر اتار دیا
 اس نے خاص دلچسپی میں لیا۔ گھر آکر بھی اس
 سب کو یہ خبر سنائی کہ کسی نے کوئی پولیس میں نہیں لیا۔
 پروا کو یوں لگا جیسے وہ اس سے کچھ چھپا رہے ہیں
 وائٹ ایسا کر رہے ہیں۔ لاکھ دو سب سے بے گناہ
 سسی پر گھر کا فرد تو نہیں تھی جو کسی سے باز پرس کرتی
 ناچار خاموش ہو گئی۔

کامیاب طالبات کی اسٹ لگ گئی تھی۔ اس میں
 ارم اور پروا دونوں کا کام شامل تھا۔ فیس دینے لگاتیں
 پروا نے حیات کو فون کر دیا کیونکہ کا، مزدور تھے بہت
 شروع ہو رہی تھیں۔ اس دوران بابا سامی نے اپنی
 احتمالات کی نگاہیں پر پڑ رہے فون مبارکباد دی تھی۔
 اس کا خیال تھا کہ شاید وہ اس کے معاملے لینے پر ناراض
 ہوں یا روک دیں پر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اس کے ہاں
 اطمینان کے لیے میں کھلی تھا۔

اس پولیس آفیسر اور قانون کی حیرت انگیز مشابہت
 نے بھی اسے حیران کر رکھا تھا۔ حیات نے اس سے
 کہا تھا کہ وہ کل اسے لینے آئے گا اور ساتھ ہی اپنے
 چند کام بھی ختم لگے۔

رات وہ اور ارم دونوں لان میں نسل رہی تھیں
 جب کرم کلر کی ہڈا سوک گیٹ سے اندر گئی اور اس
 میں سے قانون اتر اس نے بے حد قیمتی کپڑے اور
 جوتے منے ہوئے تھے۔ کالنی میں خوبصورت رست
 واقع ہندو تھی وہ تھی۔ اعلیٰ کا اسٹائل بھی کھلے طور پر
 ہل چکا تھا۔ حسن اس کی گاڑی کی تو اس میں کرکٹ لیا
 تھا۔

"ہوے دنوں بعد چکر لگایا ہے۔" اس سے ہنس
 کیر ہوا۔

جس آفیشل کاموں میں بڑی تھا۔ اس نے بتایا
 اس دوران ارم بھی پروا کو اس کے قریب پہنچ چکی
 تھی۔ پروا کی بھرپور حالت ہو گئی تھی جیسے اسے کچھ
 سمجھ نہ کہا ہو وہ نہیں اس کی اس کیفیت سے لطف

یہ ہے۔ اس کی پھنسی پھنسی تو از نکل تو
 ہے حسان سے قلمہ رو کنا مثل ہو گیا۔
 میں یہ داور نکل ہیں اس مثل پولیس ڈپارٹمنٹ
 کے ہیں۔ انہوں نے بتایا۔
 پولیس میں آپ۔ داور۔ اور مجسم ہے میں بولا تو
 اسے کئی جواب دیئے نہ بن رہا۔

مذہبی لن کا جڑواں بھائی تھا۔ اس نے امتحان
 لیا گیا تو لب کے حسان اپنا قلم نہ روک سکے۔
 لکھنے سے ہوں کیا پیسے اس سے بڑے بوقوف
 میں کوئی نہ ہو۔ اس کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے
 نے بتایا کہ داور ان کا دوست ہے۔ جب دونوں
 اہل خانہ کے قریبی تعلقات بھی تھے۔ سی ایس ایس
 لیا ایک ساتھ ایچ ہونے کے بعد داور نے پولیس
 میں جوائن کر لی چونکہ سابق چیف کمشنر وہ
 تھے اس لیے حسان کو اس سروس میں زیادہ چارم
 مل گیا تھا۔ اس شعبے کی طرف آیا۔

داور کو سکھر سے واپسی پر سابقہ صاحبزادوں اور
 اور کوئی کے پیش انہر ایک مینکل لور ایم ٹیس۔ ہونا
 پولیس کیس کا انچارج بھی تھا۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ
 کچھ عرصے پہلے اور نوادرات جن کی حیثیت تاریخی
 تھا اس میں کچھ کرنے کا منصوبہ تھا اس کے پیچھے ایک
 ایجنٹ تھا جس نے پولیس ڈپارٹمنٹ میں ایچ
 کے لیے ایک ایجنٹ بھی تو اس گروہ نے خود سے توجہ
 دے کے لیے ایجنٹ کر اوٹ ہوئے کافیصلہ کیا اس کے
 لیے انہوں نے شہر کے گنجین اور معزز علاقے کو منتخب
 کیا اس طرح کسی کو ہن پر شک بھی نہ ہوتا اور وہ اپنا
 حق بھی کھل کر لیتے جس شہلے میں انہوں نے رہائش
 گاہ کی وہ ایک سابق صوبائی وزیر کا بھگہ تھا جو انہوں
 نے ایک بار ان کے ہاتھ فروخت کر دیا اس بارلی سے
 یہ بھگہ کر لیا۔ لب یہ افغان کی بات
 کہ یہ بھگہ سابقہ صاحب کے بھلے سے ملا ہوا تھا۔

پولیس اور اس کے سر کے سرے توئی شروع
 کی بہت جگہ تھے اس میں کیا تھا کہ اس گروہ
 نے اس میں اس اختیار پر۔ حسان اور سابقہ اہل

سے مشورہ کرنے کے بعد وہ لوکر کے روپ میں لن کے
 گھر شفٹ ہو گیا اس طرح وہ بہتر طریقے سے ساتھ
 والدین کی نقل و عمل پر نظر رکھ سکتا تھا۔ خود کو ملک
 سے بری کرنے کے لیے اس نے ڈرائیو کار روپ
 دھارا تھا۔ سابقہ اہل اور حسان کو بوقت ضرورت
 کہیں بھی لے جاتا۔ لوہرا دھر کے معمولی کام بھی نہنا
 دیتا۔ سالہ آٹنی شرمندگی ظاہر کرتی تو وہ کتا کہ یہ میں
 انی زلت سے شک رفع کرنے کے لیے کہتا ہوں
 کہ وہ بن سملکڑ نے بھی کوئی بیٹی کو لیا نہیں تھی
 تھیں سالہ آٹنی کے گھر والوں نے اسے عمر لئی کرنے
 کی ہر ممکن سہولت فراہم کی رات کو سب جلد
 سو جاتے۔ لائٹس بند کر دیتے اور وہ اطمینان سے اپنا
 کام کر تا پھر کرکٹ باٹ اور کرکٹ لور لے کر قے کی
 وجہ سے اس کی دعا سلام شیر خان سے ہو گئی تو بظاہر
 چوکیداری کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔
 در حقیقت اسے ملکر کا اہم کارندہ تھا۔ داور نے اسے
 شیشے میں اتار لیا تھا۔

شیر خان کو بھی فاروق نامی بہ ملازم باتوں سے کام کا
 آدمی لگا۔ اس نے اس سے کہا کہ اگر ہم اس کو
 مردہ میں شامل کر لیں تو یہ ہمارے بہت کام آسکتا
 ہے۔ شیر خان اسے اپنے پاس سے طوایف اس نے داور
 کو آفر کی کہ تم ہمارے ڈرائیو میں جٹو ہم تمہیں زیادہ
 تنخواہ دیں گے۔ وہ کچھ دیر سوچنے کی اور انہی کرتے
 ہوئے راضی ہو گیا۔ ابتدا میں اس پر کڑی نظر رکھی
 گئی۔ پھر بہت آہستہ آہستہ اس نے سب کا اعتبار حاصل
 کر لیا۔ لب وہ لن کے نوادرات اسمگل کرنے کے
 طریقے سے آگاہ ہونا چاہتا تھا۔

داور کے پاس تمام ثبوت جمع ہو چکے تھے۔ چنان
 فائل "پہلے ہی اس کے قبضے میں آچکی تھی۔ لب اس
 گروہ پر ہاتھ ڈالنے کا مناسب وقت تھا۔ اس نے یہ
 کیس بھی کامیابی سے نہنا لیا تھا اور آج کل افغان
 سے دوا وصل کرنا پھر رہا تھا۔

ہوا کو اب یاد آیا کہ وہ اتنے اسرار یوں لگا
 تھا۔ اسے بے پناہ شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ
 اس سے زر خرید ملازمہ کی طرح پیش آنی میں لور اس

کے پیشہ وارانہ فرائض میں نفل ہوتی تھی۔ اس روز وہ سر کو بنگلے پر دو نہایت اہم افراد آئے تھے جو اس گروہ کا بنیادی ستون شمار ہوتے تھے۔ ذرا دیر کے لیے وہ صحن میں رہ گئے تھے اور لن کی تصویریں ہٹا دیا تھا۔ جب وہ اچانک اس کے سر پر آئی تھی۔ اس وقت غفلت کا مطلب تھا اپنے کئے کرائے پر آپ بانی پھیرنا اگر انہیں ذرا بھی بھنگ مل جاتی کہ کوئی سامنے والی کھڑکی سے لن کی نگرانی کر رہا ہے تو وہ ہر ثبوت ضائع کر دیتے اس وجہ سے داور نے سچی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا تھا کیونکہ اس کے سولہ جواب ختم ہوئے ہیں ہی نہیں آتے تھے۔ اور کی اس حرکت پر دوا کی آنکھوں سے کئی خوف بیک وقت بھٹکتے لگے تھے۔ پر اس نے پورا نہیں کی وہ کسی قسم کا بھی خلوص مل نہیں لے سکتا تھا۔

دوا نے قدم قدم پر لازم کی حیثیت سے اس کی توجہ کی تھی۔ کی ہار ٹرو والوں کو غصہ کیا اور انہوں نے داور کی اصل حیثیت بتانی چاہی پر اس نے سچی سے رازداری کی تائید کی اور اس کے اعتراض پر انیسویں میں منتقل ہو گیا۔ وہ اس کے تمام کام۔ عادت۔ معاہدہ لازم کی طرح کرتا تھا۔

حسان اور داور اندر چلے گئے تھے کچھ دیر بعد ارم بھی چلی گئی۔ دوا خود میں حوصلہ نہیں پارتی تھی کہ داور کا سامنا کر سکے۔ اقرا آئی ہی اسے زبردستی اندر لے کر آئیں وہ کہنے میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ داور کو دیکھ سکتی تھی پر وہ اسے نہیں دیکھ سکتا تھا پھلی کے ٹوٹوں میں چراگاہ کاٹو ہوا محسوس انداز میں اس کا جائزہ لینے لگی۔ وہ گرے گرے کمر کے کلف لگے کر وہ شلوار میں لمبوس ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے حسان سے ہتھکڑی میں مصروف تھا۔ اقرا آئی اس کے آگے سے انہیں تھوڑا دیر راست اس کی نگاہوں کی گرفت میں رہی۔ حسان اور داور نے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ بے چینی سی محسوس لانے لگی تھی۔

”تھوڑی دیر بعد تو کچھ ارم کی یہ فریڈ۔“ داور نے اس کی طرف اشارہ کیا۔ حسان نے اسے دیکھا۔ ”دورانی میں بات کرنا“ کو۔“ حسان نے دور ہٹ کر

کی۔

”خدی سی لگتی ہے۔“ داور کی نگاہوں میں اس کا گزشتہ رویہ لہرایا۔

”ہوں۔“ حسان نے ہنگامہ بھرنے پر آنا شروع کر دیا۔ اقرار اور صالحہ پہلے ہی بن چکی تھیں ارم کچھ دیر پہلے اٹھ کر گئی تھی۔

”لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے علاوہ اب کیا مشاغل ہیں۔“ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ شرمندگی کے بارے اس کا سر اور جھک گیا۔

”میں پڑھتی ہوں۔“ وہ بھٹکتی ہوئی۔

”چھ۔“ اچھا۔“ اس نے سر ہلایا۔

”آگے کیا ارادے ہیں آپ کے۔“ اس نے

پوچھا۔

”یہ حسان بھائی نہیں آئے میں دیکھتی ہوں۔“

بمانہ بتاتی باہر نکل آئی دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی طرز

چھوٹے چھوٹے سوال پوچھتا رہے پر شرمندگی نے

مارے بہت سی نہیں ہو رہی تھی۔

ارم کے کمر سے لوٹے ہوئے بائیسویں پر اس نے

ہمیشہ سے زیادہ اواس تھا اس کا سبب وہاں پہنچنا تھا۔

پرانا فاروق اور میزبانہ داور اسے عجیب احساس پر

ڈال کر کیا تھا وہ اس کے بارے میں سوچتا نہیں جانتی تھی

خود کو بے بس پالی تھی سارے ہتھیار لڑے بیٹھے تھے۔

چھوڑ تکی تھی۔

--*

میں نے خواب آہل میں باندھ لیا۔

دھنک کی ست رنگ بانٹوں میں

شہری خواہشوں کے رنگین سپن کر

سپنوں کی

تیرا ہاتھ تھا

صالہ نے حسان کی بات پر مٹاؤ بریکڈیر سچلورانی

بٹی ڈانسیہ سے ملے کر دی تھی۔ حسان بھی خوش تھا

ڈانسیہ اس کی چاہت تھی کھوالے پوچھے بغیر اس کی

بات جان گئے تھے۔ ایک ڈیرہ ہلو کے اندر ہی شادی

پروگرام تھا ارم کی زہلی اسے تمام حالات کا علم تھا۔

ارم بہت خوش تھی یہ ان کے گھر کی پہلی اور بڑی خوش

نہی حسان بھائی کی شادی کی تیاریوں میں وہ پیش پیش
 تھی۔ قاسم پر بیڑہ میں وہ ہوا منوشاں اور حمید کے
 ساتھ کھڑے ہوتے اور چوڑی خاتل کرتی۔
 بس آج کل اس کی تھکاو اس قسم کی ہوتی تھی ہوا
 کو بھی حسان بھائی کی شادی کا اشتیاق تھا وہ باقاعدہ طور
 پر کبھی کسی شادی کی تقریب میں نہیں جاتی تھی کوئی
 بھائی بھانجے بہن نہ سنے رشتہ دار تو ان کے پاس بیا
 سائیں کہیں جانے دیتے تھے اسے تو کسی رشتہ دار کا
 نام تک نہیں معلوم تھا۔ اس لیے یہ قاسم اوقات کی
 یہ دلچسپیاں اسے بہت پسند ہوتی تھیں۔

ارم کی زبانی ہی اسے علم ہوا کہ سالہ آتی نے اس
 کے لیے چار سو تین سو بیس روپے اور پروا تین
 کے سو تین سو بیس روپے تھے۔ پروا تو اتنی
 چاہت پر شرمندہ ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے سکھ
 حیات کو قون کیا اور کہا کہ مجھے بلا سائیں کافون نمبر دو
 تاکہ میں ان سے پوچھ سکوں کہ حسان بھائی کی شادی
 میں کیا تحفہ دیا جائے؟ اس سے پتا چلا کہ وہ نمبر پتہ
 انہی میں کٹ گئی۔ البتہ دوسرے روز وہ ہوشیار
 "روز بروز دم" میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"سارا اپنی سائین۔" اس کی اندر پہنچے جوڑ کر

اٹھنے

"میں تم سے ہاں سائیں کافون نمبر چھ رہی تھی کہ لائن
 ہی اس کنیکٹ ہو گئی۔" اس نے بتایا۔
 "لی بی سائین وہ امریکہ سے بالینڈ چنے گئے ہیں تھ
 جو وہی لائن کافون آیا۔ مجھے موقع ہی نہیں ملا کہ لائن کا
 نمبر چمتا ہاں انہوں نے کہا کہ حسان سائیں کی شادی
 پر کوئی اچھا سا تحفہ دے دیو یہ میں رقم ساتھ لایا
 ہوں۔" حیات نے موبل سا خاکی لٹخہ اس کی طرف
 دیا۔

پروا نے کھول کر دیکھا اندر ہزار ہزار کے لونہ کی
 لائنیں تھیں۔
 "لی بی سائین وہ امریکہ سے بالینڈ چنے گئے ہیں تھ
 جو وہی لائن کافون آیا۔ مجھے موقع ہی نہیں ملا کہ لائن کا
 نمبر چمتا ہاں انہوں نے کہا کہ حسان سائیں کی شادی
 پر کوئی اچھا سا تحفہ دے دیو یہ میں رقم ساتھ لایا
 ہوں۔" حیات نے موبل سا خاکی لٹخہ اس کی طرف
 دیا۔

URDU PHOTO

اقرا آتی اور ارم کے ساتھ مل کر اس نے سال
 بھائی اور ثانیہ بھائی کے لیے نمٹ خریدی۔ سال بھائی
 کے لیے اس نے ہیرے کی پینس سی ٹائی پن خریدی
 اور ثانیہ بھائی کے لیے قیمتی عینیں والا سا
 بھسلٹ لیا۔ ساجد انکل اور صالحہ آئی نارائش
 ہو رہے تھے کہ تمہیں ضرورت کیا تھی اتنی قیمتی
 کٹھنسی لینے کی؟ حسان بھائی بھی خفا ہو رہے تھے اس
 نے شادی میں شرکت نہ کرنے کی بدتمیزی وہ اس
 انہیں منا لیا تھا۔ پروا نے ارم اور آتی کے لیے بھی
 ایک مٹاؤ فیشن بلیک سے سوٹ لیے تھے۔ وہ سب
 اس کے بے غرض خلوص کے آگے شرمندہ ہونے
 جا رہے تھے۔

حسان بھائی کی شادی سے ایک ہفتہ قبل پروا نے
 کالج سے چھٹی لے لی ارم تو مسیحا جیٹوں پر تھی۔
 شرم کو منوشاں اور حمید بھی آجاتے تو خوب رنگ
 بننا پروا نے ثانیہ بھائی کی مایوں پر انہیں پہلی بار
 دیکھا۔ شرمیلی اور دلکش سی ثانیہ بھائی اسے بہت
 اچھی لگی تھیں۔ وہ یہ وہ ٹھیلے سے حسان بھائی کے
 ساتھ وہ خوب دوست نمزدنی تھیں نگ رہا تھا کہ دونوں
 ایک دوسرے کے لیے تنہا تھیں۔

جس روز لڑکے والے منہ می لے کر آتے تھے
 بارون دیکھ لے دوستوں کے ساتھ مل کر موسیقی کا
 پروگرام دیتے۔ آج منہ آئے تھے کہ ہر طرف
 لوگوں کا خجائیں مارا سمندر نظر آ رہا تھا۔ ساجد
 صاحب کا وسیع حلقہ احباب تھا پھر لڑکی والوں کے
 ساتھ آتے ہوئے مسلمان بھی تھے صالحہ کے رشتہ دار
 تھے اقرا بارون ارم اور حسان کے دوست تھے۔
 مسلمانوں کی زیادہ تعداد کے پیش نظر ساتھ والا بنگلہ بھی
 کرائے پر رک کر لایا گیا تھا۔ حالانکہ اقرا نے کہا تھا کہ
 کسی اچھے سے ہوٹل میں تمام لنگھ کر لیتے ہیں۔
 ساجد اور صالحہ پرانے وقتوں کے لوگ تھے پھر حسان
 کے دلوئی دادا اس کے حق میں نہیں تھے کہ شادی
 ہوٹل میں ہو اس لیے تمام اقبالیات، اہل عام کہ برہمن
 کہ کیا تھا۔ "سرے بنگلے کی" سے خاصی سہولت
 ہو جی تھی۔ اس طرف تا ان ہی اتنا ہوا تھا کہ تمام

اردم اور اقرا تو پہچانی ہی نہیں جا رہی تھیں وہ نکل عام حالت میں بھی باجی لگتی تھیں آنت اور بھی غضب و عداوت تھیں۔ پروانے پوٹا گرین لائٹ شرٹ اور ہمرنگ کالر شرٹ پہتا ہوا تھا اردم کا بھی میڈیٹیشن تھا بس اس کے کپڑوں کا رنگ مختلف تھا۔ اقرا آپنی نے نل سیلون والا پورا ہلاؤز اور ریڈ ٹکری ساڑھی باندھی تھی۔ تن انہوں نے ہل کھلے چھوڑ کر مونیے کے تجربے چنے ہوئے تھے۔ کدن کے بھاری سیٹ اور جگے جگے ٹیک اپ میں وہ بہت دلربا لگ رہی تھیں۔ پروانے بے اختیار ان کا گل چوما تو وہ جینپ نی تھیں۔ سخی سخی اقرا آپنی اس سے ات بہت اچھی لگیں اور اس کے دل سے توازا بھری ناکش ہوا کوڑی پھالتی ہوئی آئی کہ بھابھی بتا لیتی۔

شاہ کل ارم کے ساتھ ساتھ ہی مروانے حادثہ کے مطابق اس سے بہت کم بات چیت کی۔ نئے ملنے جانے والوں سے وہ آہستہ آہستہ ہی بے تکلف ہوتی تھی جبکہ ارم میں یہ خوبی تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں ہی بے تکلف ہو جاتی تھی۔ وادہ کی بہنوں سے وہ ویسے بھی فری تھی۔ صدف اترار کے ساتھ تھی جبکہ شاہ کل نے ارم کو تحیر، اوجھل، ہوا کا ایک خود کو تنہا محسوس کرنے کا لمحہ، خوفشیں اور حیران بھی تو ابھی تک نہیں

۱۰۰۰ روپے کی رقم ملے گی۔ اس رقم سے کئی کئی گھنٹے کی محنت بچتی ہے۔

”میری مرضی میں ایسی کچھ کہیں یا دو سہاگے ساتھ مل کر۔“ اسے ہوں کا جیسوہ مسکرایا ہے۔
 ”ابھی تک وہ شاہانِ خوب نہیں گئی۔“ وہ اسے چمیز بیٹھا تو وہ خاموش رہی۔

تو کوئی حکم نہیں دیں گی کوئی تہذیب نہیں جاری
کر رہی ہے۔ وہ شرارت سے بولا تو وہ بخیر یا بُھی۔

”پر اثر کوئی یہ چاہے کہ آپ پہلے لیٹیں جی اے
تھیں جس کو چاہے۔“ (مورخہ العجیہ بدل گیا تھا۔)

”تب ایسی مشکل میں مجھے اُل گئی ہیں کہ نکلنے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی۔“ دوپے ہی سیانہ کا مارتے ہوئے ہوا تو رواجِ انِ رکنی نہ جانے کیوں رو دیاں سے بھاگ گئی۔

حسان کی سائیاں اسے مندی کا کرہ نہیں تو پروا اور
ارم آگے پوچھیں۔ پہلے ارم نے بھائی کا منہ دیکھا کیا
مندى نگاہی اور جی رزم کھلونے۔ پروا نے ایک ساتھ
تین لٹو شرارت سے حسان بھائی کے منہ میں ٹھونس
دیے وہ احتجاج کرنا چاہتے تھے لیکن ان سے بولا ہی
نہیں جا رہا تھا۔ لٹوؤں کے قہقہے کے قہقہے طرف پروا کا
دھارہ بڑھتا ہوا دھارہ نے عین کلائی سے تمام لیا تھا۔
”ہم بھی آپ کے حسان بھائی کے کچھ لگتے ہیں

ہوا کو احساس ہوا کہ وہ کسی کی گرم نگاہوں کے
انحصار میں ہے نظریں اٹھانے پر وہ وحک سے روئی
خود چسوار لکھی ہے اسے دیکھتے جا رہا تھا مانتے ہی تو
تھا۔ پر اس نے بیخ موڑ لیا ہے بے سوجھ بیزاویجے سے
اس کے ساتھ تھی۔
بروا اٹھ کر پیچھے چلی گئی جہاں سے اوڑا اسے نہیں
دیکھ سکتا تھا۔

*

185

--*

میں خیر نہ اسے بتایا کہ آپ کا ملاقاتی کیا ہے۔
 پہلا کو خیال کیا کہ حیات ہو گا شاید ہمارا سامنے کا کوئی
 پیغام لایا ہو یا اس میں جوئے پھنساتے ہوئے ہوئے
 ہاتھوں میں لیے اس نے وزیرِ مذہب کی طرف دوڑا کالی
 داور کمرے کے درمیان میں کھڑا تھا وہ پوری رقتاری
 سے بھاگتی تھی۔ حیات کی جگہ اسے دیکھ کر وہ اس
 حلقے پر شرمندہ سی نگ رہی تھی۔ ہاتھوں میں دوپٹہ
 اور آگے جوتے پہنے ہوئے پھرتی پھرتی مائیں سمیت
 داور کو وہ پہلی انوکھی نگ داسی تھی۔
 "تو یہ اتنی بے قراری دیتے اپنے لیے مجھے یہ بے
 قراری اچھی لگی ہے۔" وہ اسے لہریں اٹا دیاں سے
 دیکھتا ہوا بولا۔

"کیوں آئے ہیں۔" اس نے پوچھا۔
 "تمہیں دیکھنے۔" وہ جھٹکا ہوا۔

"سنوکل ڈھانکی ہے تیار رہنا میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

"یوں۔" وہ ہنسنے سے روکی۔
 "پاپا تم سے باتیں کروں گا۔" بچوں، لہریں، یہودیوں کا
 اتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں دل میں انداز ہے۔" وہ
 کمرے کے لیے بولا، "پاپا انداز کا۔ سنوکل دیکھ۔"
 "پاپا انداز ہے۔" وہ گھبراہٹ سے بولا۔
 "اُن سے بھی اجازت لے لیں گا اگر انہوں نے
 کل تمہیں روک لیا تو چھپ چھپ کی تو بات کرنا۔"
 "آپ ہمیں بات کر لیں میں دیکھتی ہے۔" وہ دھڑک
 دھڑکے موڑنے بولی۔

"یہاں نہیں کر سکتا ہے۔" وہ زچہ دیکھا۔
 "بہر حال کل تیار رہنا میں ڈھانکی ہے کہوں گا۔" وہ
 اتنے پارہا پارہا کر دیا کہ انداز دیکھ کر کوئی انداز ہے کہ رہا تھا یہ
 سب بھلے ہی میں۔ اس نے ساری باتوں کو بھول
 بھول کر دیکھا۔ اس نے سب کو بھول کر دیکھا۔
 کہ دم رہا تھا۔

--*

دوسرے روز وہ گھر سے اٹھ کر اپنے لیے آیا وہ
 چپ چاپ گاڑی میں بیٹھا۔ وہ گھر سے دھڑک دھڑک

سے باہر دیکھتی رہی دلوور چھ منٹ تو خاموش رہا۔
 درختوں سے گھری خالی سڑک پر گاڑی روک دی۔
 "مگر ایسی ہی ہے اعتباری کسی تو منع کر دیتیں ہیں
 تمہیں لینے نہیں آئے۔" وہ منہ موڑت بیٹھی پرواہی
 طرف بھرا وہ خاموش رہی تو دلوور نے گاڑی ہوا کہس۔
 لی اور اسے ہوٹل کے کیت پر اتار کر چلا گیا اب پدا۔
 احساس ہوا کہ اس نے داور کو بلا کر اسے کر دیا ہے۔
 یوکی، تو میں دن گزرتے تو یہ احساس اور بھی
 آیا اور میں بھی کالج نہیں آ رہی تھی اس کے پاس کہانی
 ڈرلچہ نہیں تھا کہ وہ داور سے رابطہ کر کے اس کی
 ناراضگی دور کر دیتی۔ اور اسے اپنے احساسات شیڈ
 اسے مناسب نہیں لگتا تھا۔ میرا اور شو فٹن سے
 بات کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ کیا کرے۔
 اسی سوچتا ہوا اس کو دیا۔

اور دلوور پر واک اس بے اعتباری پر سنبھ رہا تھا
 وہ اسے اتنا خفا کوئی سمجھتی ہے جیسے وہ اسے کما جائے۔
 کا تب ہی تو رنج ہو کر رہی تھی۔ وہ اس سے نہ پدا
 ناراض تھا۔ اس نے ناراضگی میں وہ اتنی ہی اتنی
 اور ڈی ایس پی کے ساتھ ہونے والی باتیں سنیں تھیں
 دماغی طور پر غیر جانبدار رہا تھا۔ اور اسے اپنے شیڈ
 دیکھا وہ بھی سننے لگے انداز میں پیش آیا تو اٹلی انفرار
 پونٹ بنے۔

"میں دوان تھک گئے یہ اس ڈیوٹی ہے۔" اتنی
 تلی طاہر بیگ نے خفا سے انداز میں سطر اٹے ہوئے بولا
 وہ الٹ ہو گیا۔
 "نہیں سرائی کوئی بات نہیں ہے بس کچھ نی
 سرکاری مسائل ہیں۔" اس نے یحییٰ والے دانا۔
 انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ کچھ دنوں کے لیے چھٹی کر دینی
 ہے۔" اس نے مسائل مختلف کھسٹو پر ظہر کر رہے تھے۔
 اس نے کچھ نیس کی ڈیوٹی بھی خاصی نقد
 ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے ذہن پر غما
 بہت زیادہ بڑھ رہا ہے۔ چھٹی کرو اور پچھ روز کے لیے
 سرکاری مصروفیت بھول جانا۔
 ڈی تکی تکی سانحہ مرزا نے ہمدردانہ اٹا دیا۔

جیسی کہ گھر ڈر پر انوا بکھڑا ہے اس نے خود ہی دارم سے کہا کہ وہ اس کے گھر جانے کی ارم طوٹ ہو گئی تھی۔ مگر کافی روز کے رہنے کے بعد آئی تھی اس نے بھی پروا کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

وہ نوک آگئے تھے پروا ساری شام اقر کے ہمراہ بن میں ٹھہری رہی تھی۔ نئی چھوٹے موٹے کاموں میں تجربہ اور مہارت مند ہوتے ہوئے بھی حتی الامکان ان کی مدد کروانے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ روزانہ اچھا نہیں رہا تھا پر اقرانے اس کی دل کشانی کے خوف سے اسے روکا نہیں تھا بعد میں انہوں نے زندگی سے اسے بچنے سے لکلا اور کہا کہ ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے پاس جلتا وہ مرے مرے قدم ملے اندر تک نہیں۔

شادی کے بنگلے میں ملائگی اور شاد کل اچھی طرح اس کا جائزہ نہ لے سکی تھیں۔ پھر پروا نے خود بھی بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ساہوکل اور شاد کل نے کن اسے غور سے دیکھا تھا انہیں وہ بہت اچھی لگی تھی۔ دونوں نے اسے اپنے درمیان بٹھا لیا تھا۔ اور پر ابھی تک اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس نے اچھی طرح اس کا جائزہ لے لیا تھا لگ رہا تھا کہ اس کی بناؤ خشکی نے بہت برا اثر ڈالا ہے کیونکہ پہلے کی نسبت وہ مکمل مکمل نہیں لگ رہی تھی۔

دونوں ہل بیٹھی کو کھلی کھلی سلامی پروا بہت اچھی لگی تھی۔ پروا کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ آئی اسے دونا آ رہا تھا آنسو چھانے کے لیے وہ بہت پہلے تکی ڈالور بھی بھاگ بھاگ کر آئی۔ اسے معلوم تھا وہ بہت پر ہی ہوئی اور واقعی وہ وہیں تھی آہٹ سے وہ جلن لگی تھی کہ وہی ہو گئے۔ آنسوؤں کے ریلے پر اس نے بے چین بند پاندھا وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ پروا بچے جانا چاہتی تھی آگے وہ چہان کی طرح ایسا تھا وہی خوف اس پر حملہ آور ہوا لگتا تھا کہ اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

اس نے اسے سے نہیں بچے جانے دیں۔ اس نے آنکھوں کو ڈور ڈور سے دیکھ کر وہ آگے سے ہٹ گیا۔ اس نے اسے خوش خوش دیکھا تھا کہ میں تمہیں دیکھنے چاہتا تھا۔ اس نے اس کی آنکھوں میں اپنے

پچھلے سنی تو کسی کے لیے تجاہل کا خوف اس کے انہی میں کنڈلیا مار کر بیٹھ گیا وہ بیٹھ آئی۔ سنی بار بار ششک سے آپ کا نمبر آیا پر آپ تو میری آواز سننے ہی نہیں کر دیتے تھے معاف کر دیں مجھ سے ناراض مت ہوں یہ میری ہواشت سے باہر ہے۔ اس نے ہاتھ جوڑ دیے لہجہ پھر آگیا اور کو ترس ڈالا۔

”اگر میری ناراضگی ہواشت نہیں کر سکتی تو مجھ سے ناراض نہ ہوں۔“

”وہ سیر آگے نہیں کر لیں گی۔“ وہ جلدی نہ ہونے۔

”وہ یہ۔“

”ابھی تو کہہ رہی تھیں کہ ناراض کرنے والی بات نہیں کر لیں گی۔ اتنی جلدی ہی اپنی بات کو بھٹا دیا۔“

”یہ کیا بات ہے میں نے۔“ وہ پریشان ہو گئی۔

”اب تم میرا باغ خراب کر رہی ہو۔“ وہ تہمت سے بولا تو وہ ابھی ننگوں سے اسے دیکھنے لگی اور دلی آنکھوں میں شرارت و قسطن تھی۔

”میں جاؤں۔“ وہ ہاتھ موڑ رہی تھی۔

”ابھی لنگری پیو اب نہیں ہوتی ہے۔“ وہ اور ڈالور بھاری ہو گیا وہ لہجہ پرانی۔

”خیر سب شے ڈھونڈ رہے ہوں گے پلیز مجھے جانے دیں۔“ وہ لجاجت سے بولی تو وہ آگے سے ہٹ گیا جاتے جاتے اس نے پروا کو یاد دلایا کہ کل وہ اسے لینے آ رہا ہے۔

~~*

دوسرے روز وہ اسے لے گیا تھا۔ راستے میں اس نے بتایا کہ وہ اسے گھر لے جا رہا ہے۔ ممالور شلہ کل سے طوائف۔

”مگر میں کل ہی تو ان سے ملی ہوں۔“ وہ گھبرا گئی تھی۔

”کل کسی اور طریقے سے ملی تھیں آج کسی اور طریقے سے ملو اس کا۔“ وہ سنی خیر لہجہ میں بولا وہ دونا

گدی تھی کہ کاش آج داور اسے گھرنے لے جائے
 لنگہ اس کی دعا میں اثر نہیں تھا جب ہی تو اس وقت
 اس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔ داور اپنی مٹی اور
 ہن کو بلوانے گیا ہوا تھا وہ دونوں کچھ دیر پہلے ہی
 صدف کی طرف نکلی تھیں اس کے گھر سے نکلنے کی
 بدولت آج ہی متوقع تھی اگر مرنے سے بتایا تھا کہ عظیم
 صاحب کا حکم ہے آپ بھی کل چھوٹے تشریف لے
 آئیں۔ اس نے یہ سب دھب پروا کو بتایا تو وہ الٹی پھٹکی
 ہوئی۔ اتنی جلدی وہ اس کی مہما اور بہن کا سامنا اس
 حیثیت میں نہیں کر سکتی تھی۔

داور نے اسے پورا گھر دکھایا اور آخر میں اپنے
 پردہ میں لایا۔
 ”تم جیسو میں لازم کو آرہوے کر آتا ہوں مہمان
 کی خاطر مدارات کے لیے کچھ تیار کرتے آتا ہوں
 مہمان قیاس۔ تم تب تک موٹیتی سے دل بھلاؤ۔“
 اس نے ساتھ بڑے ایک کی طرف اشارہ کیا اور
 چل گیا وہ کمرے کا جائزہ لینے لگی تھی اس وقت میں بدولت آیا۔
 ”ارے میں نے کہا تھا کہ موٹیتی سے دل بھلاؤ
 خیر۔“

وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔
 ”تو اچھا لگ رہا ہے میں بس میں اور تم ہیں
 تم کچھ بولو تو میں ترس گیا ہوں تمہاری زبان سے کوئی
 بار مہرکی بات سننے کے لیے۔“
 ”میں کیا بات کروں۔“ وہ کاربٹ کو دیکھتے ہوئے
 بولی۔
 ”اچھا میری طرف دیکھ ہی لو اتنی پری شکل نہیں
 ہے میری۔“ وہ اٹھ کر اس کے برابر بیٹھ گیا۔
 ”اچھا میری دلہن بنو۔“ اس نے ایک مشکل
 سوال کر دیا پروا کی نظریہ کے ناموں پر تک گئی۔
 ”میری کہیں میرا امتحان لے رہی ہو کیوں میرے
 کچھ کو آنا رہی ہو۔“ وہ جھنجھکیا گیا۔

میں نے اسے بات کروں گا پھر وہ تمہارے گھر
 میں آئے گی۔ اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے کہہ کر
 نہیں آتا۔ میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے کہہ کر
 جی توڑ کر وہ آئے گی۔ اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے کہہ کر

چونگی یہ وہ کیا کہہ رہا تھا بھلا یہ کیسے ہوتا تھا۔ یا
 سامیں اس کی جلد شادی کی فکر میں تھے اور یہ داور
 اسے کون سی دنیا میں لے جا رہا تھا جہنم سے واپسی کا
 راستہ نہیں تھا یہ انجانے میں وہ کیا کر رہی تھی۔ یہاں
 اسے سب کچھ جانے پوچھتے ہوئے بھی جو پہلے دلاتے
 تھے کہ وہ اس کی بھراہی کے خواب دیکھنے لگا تھا۔
 اس کا موڈ اچانک بدل گیا تھا داور بھی حیران تھا کہ
 ایک لمحہ سو کیوں ہو گئی ہے۔

”پر کی میری محبت کا انکھار میرا والہانہ بین کر سے
 بدداشت نہیں ہوتا ہے میں اس کے گھر جاتی دو پر کیا
 کیا جائے تمہیں اس پائل کا گل سے داور کے ساتھ
 ہی گزارا کرنا ہو گا کیوں منظور ہے میں۔“ اس نے
 بحث نتیجہ بھی ہاتھ کر ڈالا تھا اور انکھار بھی کر دیا تھا۔
 ”میں جاری ہوں۔“ وہ اٹھ کر دواڑے کی طرف
 بڑھی۔

”یار تم تو ماہیڑ کر رہی ہو چلو آئندہ ایسی باتیں نہیں
 کروں گے۔“ وہ معصوم سی شکل بنا کر بولا تو پروا کا دل
 چل گیا ایسی شدت اس نے کہاں دیکھی تھی۔
 ~~*

رات اس نے یا سامیں کو خواب میں دیکھا تھا وہ
 ایک پتھرے میں بند ہیں اور پتھر کے پاہر لا تعداد
 گدیوں پر بیٹھے ہیں۔ وہ بے ہم سے دوسو سو میں گھر
 میں تھی۔ صبح سب سے پہلے اس نے یہ کیا کہ
 چھٹی کی درخواست نکلی اور حیات کو فون کیا کہ وہ
 آ رہی ہے۔ وہ اس کی اس طرح تہ پر حیران تھا۔ پروا
 نے سارا خواب اسے سنایا تو وہ اسے کھلی دینے لگا۔
 ویسے یہ بات بھی تھی کہ حیات سے ملنے کے بعد وہ ذرا
 بھل گئی تھی۔ حیات بچپن سے اس حویلی میں پیدا ہوا
 تھا۔ واپس اس میں کا وہ چیتا تھا۔ سنا تھا کہ اس کے
 والدین خاندانی دشمنی میں مارے گئے تھے یا سامیں
 ترس کھا کر اسے ساتھ لے آئے تھے۔ دو سات سال
 کا تھا جب حویلی آیا تھا اب تو اسے وہیں ملے۔ وہاں
 کے گھر وہ سو رہتے تھے۔ وہاں سے۔
 وہ واپس اس میں کے برائے میں ایسی شریک نہیں
 ہوا اس کی حیثیت ایک لڑکی۔ وہاں کے لڑکی نے عادی

ہی تھی۔ چل نواز اس پر بہت اعتبار کرتا تھا اس کی غیر
موجودگی میں حیات ہی حویلی کے جملہ اختیارات کا
مالک ہوتا ہوا چلی اس کی حیثیت سے واقف تھی
سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ حیات کو عورت ذات
سے دلچسپی نہیں تھی جیسا کہ حویلی کے تمام مرد ملازم
اور حیات کے دوست کسی نہ کسی حیثیت سے عورتوں
سے وابستہ تھے۔

حیات کی عمر اسی بیس سال کے قریب ہو گئی
تھی پر اس نے ابھی تک شادی کے بارے میں نہیں
سوچا تھا۔ چل نواز نے قہری بار کہا تھا جس لڑکی کی
طرف اشارہ کرو گے وہ تمہاری ہو جائے گی۔ اس نے
شائستگی سے لہن کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔ پروا کا
خیال تھا کہ وہ محبت میں ناکامی کا زخم کھائے ہوئے
ہے۔

~~*

”میری خیال ہے کہ سلیب انکل کے گھر جا کر بات
پہنچ کر آئے ہیں۔“ صدیق اور شاہ نکل نے رائے دی۔
”نیکیت ہے کل چلتے ہیں مجھے تو اس لڑکے نے عاجز
کر رکھا ہے۔“ شاہ نکل بولیں۔

”میری ارم کی دوست دیکھی تھی تب نے“ قہری
بیاری ہے۔“ شاہ نکل بولی تو وہ سوچوں میں گھو گئیں۔
”پہن مجھے وہ بچی بڑی اچھی لگی ہے پر ہم اشارے
کناٹے میں اقرا کے لیے نہ کہہ چکے ہوئے تو یقیناً
میں اسے ہی دارو کے لیے چنتی۔“ انہوں نے ٹھنڈی
سانس بھری۔

دوسرے روز وہ سلیب صاحب کے گھر چلی گئیں اور
باقاعدہ طور پر اقرا کو ہونٹانے کی خواہش کا اظہار کیا
صاحب نے رسمی طور پر سچے کی اجازت مانگی۔ اگر
انہوں نے دلور کو بتایا تو وہ ہنسنے سے انکار کیا۔
”مجھے پتہ ہے پوچھ نہیں سکتی تھیں آپ مرثیہ میں کیا
لکھا ہے۔“ شاہ نکل نے قہری سے بولیا۔

”گو میں تمہارے دشمن نہیں بد فائیس منہ سے
بھلا کر رہتا ہوں۔“ شاہ نکل نے کہا۔
”مما تمہارے آپ کے گھر سے کبھی نہیں آئے۔“
پروا نے آواز اٹھائی اور اس نے کہا۔

”اپنی میرا خیال ہے کہ بھائی کسی اور نے
کھٹکتے کر چکے ہیں تب ہی اتنا غصہ آیا ہوا۔“
کیا ہو گا۔“ قہری نے پوچھا۔ صدیق کے چہرے پر
سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

دوسرے روز صلیب کا فون آیا کہ ہمیں
پروا نکل منگور ہے۔ ماہ کل نے شوہر کو تمام
حالت بتائی تو انہوں نے کہا کہ اب ہم زبان دے
ہیں جا کر رسم کر آئیں۔ وہ خاندان کی دوسری نسل
کے ساتھ صلیب کے گھر چلی گئیں۔

~~*

حیات آج ولور سے قاتل بات چیت کرنے
تھا۔ وار اس میں کا پیغام اسے علی بانو کے توڑ
تھا۔ ولور گھر پر نہیں تھا البتہ ان کی باہر عز عمر باہر
بتایا کہ وہ ولور کے سرکل پر رسم کرنے گئی ہیں۔
قد مولو تھا۔ لینڈ کروڈ اتنی ٹیڑھ تھاری سے چلتی
تھی کہ کئی بار اس کی ٹکر ہوتے ہوئے تھی۔
کل ڈیر اس میں کو رو روٹ دینی تھی انہیں ہی
ان کے جنرل ہونے پر ولور میں ٹھک کر دیا گیا تھا۔
پارہٹیلنے کے بعد چل نواز نے اس سے ہنسنے پر
چیت ہوئی اپنے مالک کی بدایات کو اچھی طرح
دیکھ کر اس کے بعد وہ ابھی ہوا۔

ولور دونوں ہاتھوں سے سر تھاٹے بیٹھا ہوا تھا
رسم کرتی تھیں وہ خود کو تین لڑکیوں کا بھرم سمجھتا تھا
ایک جو سلہر میں اس کی منگوتہ کے نام سے بیٹھی تھی
دوسری اقرا اور تیسری پروا اس کا خواب اس کی
چاہت مہمند جس کے ساتھ اس نے خواب بین
شروع کیے تھے رحمان صاحب نے صاف صاف کہہ
دیا تھا میاں صاحبزادے شادی تمہاری اقرا سے
ہوگی۔ خوابوں وغیرہ کو ذہن سے جھٹک دو۔

~~*

ارم کا فون آیا تھا۔
”تم تو حویلی جا کر چپکسی مٹی ہو واپس آؤ تو آیا۔“
اپر دست سی بندوستانی ہوں۔ اقرا آپ کی بات
ہو گئی ہے اس کے ساتھ طے ہوئی ہے۔ واپس
جاتی ہیں۔“

مانگا موجود صورتحال میں ناممکن تھا۔ اسباب صبر
سے اس کی واپسی کا انتظار کرنا تھا یہ خیال تو یہی اس
کے ذہن میں گہری نہیں کہ وہ پری کا نمبر کاغذ پر لکھا
سے بھی معلوم کر سکتا ہے۔ سچ ہے پریشانی میں اذیت
کو سامنے کیا بات بھی نہیں رہتی۔

~~*

۳۳ قرا کچھ در لور رک جاؤ فراز بھائی اتنے ہی ہوں
مے حمیس چھوڑ آئیں گے۔ "عوب نے اسے روکنا
چاہا۔ اقرا سچ سے اس کی طرف اکی ہوئی تھی عوب
نے ہی کہا تھا کہ حمیس ڈراپ کرنے کی ذمہ داری

میری ہے۔
عوب کے فراز بھائی کی تہ کا کچھ پتا نہ تھا پورے
مغرب کا وقت ہو رہا تھا لھر سے دو بار سالہ کا فون آچکا
تھا کہ کسی طرح بھی آؤ تمہاری ہولے والی ساس اور

نندیں تکی ہوئی ہیں تھی بار تمہارا پوچھ چکی ہیں۔
حسان بھائی تو خیر ڈیول پر تھے اردن تو رہتا ہی جاہل
تھا ورنہ وہ ان میں سے ہی کسی کو بھیج دیتی۔ بمشکل
عوب سے حد اجازت لے کر نکلی ابھی وہ سڑک پر کھڑی
کسی رشتے لور ٹیکس کی تلاش میں تھیں لور ڈرائی
تھی کہ مغرب کی ٹولن اور نے نکلی یہ ایک نسبتا
سنسن سی سڑک تھی اس وقت تو ٹریفک کا اندرونی
بھی یہاں کم نہ جاتا تھا اسے محسوس ہوا کہ جیسے عوب
کی بات نہ مان کر اس نے لٹھلی کی ہے۔ رفتہ رفتہ
اندھیرا پڑنے لگا تھا وہ دل میں پریشان ہو کر کہت
اکٹری کا ورد کر رہی تھی جب وہ مارکیٹ شیشوں والی
پجاری اس کے عین نزدیک آکر کی دواؤں کھلا لور اس
میں سے کن ہزار باہر نکلا وہ پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر رہی
رہی تھی کہ اسی کن ہزار کے پیچھے سے ایک
اور شخص باہر نکلا لور اس کے منہ کو پھول سے دبا کر
گاڑی کے کھلے دواؤں سے اندر دھکیلتے لگا اقرا کے
جو اس قتل ہوئے گئے رہی سہی کسر کورڈ فارم میں
بھیکے اس بدل لے پوری کردی جو اس کی تاک پر رکھا
گیا تھا۔

حیات نے احتیاط سے اس کا سر اور لور پر دھڑاپے
شانے سے اٹھا کر سیٹ پر ڈالا جو بے ہوشی کے دوران

اس نے جتنسہ قرار رکھا۔
"ارم ابھی بتا رہی ہیں۔" اس سے رہا نہیں جا رہا
تھا۔
"ہمیں بھی یہ تو سربراہ ہے۔" اس نے انکار
کر دیا۔

پروا سے رہا نہیں گیا اس نے دلوور کے افس فون
کر دیا معلوم ہوا کہ وہ تکی دتی کی طرف گئے ہیں۔ اس
نے پوچھی سے رہی پور رکھ دیا۔
"چتا نہیں اس سفر کا کیا اہتمام ہوتا ہے۔" وہ
مہمنوں پر غور کی رکھے سوچ رہی تھی۔ اس نے دلوور
کے خیال سے پتہ چھڑانے کی رست کو شش کی تھی
لور پہلے مرحلے پر ہی ناکام ہو گئی تھی بے اختیار ہو گئی
تھی۔

ابھی تک اس نے اپنے لٹھ والی بات دلوور سے
چھپائی ہوئی تھی اگر وہ تکی دیتی تو جانے اس کا کیا رہی
ایکشن ہوتا۔؟

~~*

دلوور تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد میبل سے اٹھ
گیا تھا۔ باؤکل اور رہنما ایک ہوسٹ کو دیکھ کر وہ
گئے اس کا مدیہ وہ خوب جان سمجھتے تھے شاید اس کا خیال
تھا کہ اس طرح وہ اپنی بات منوانے میں کامیاب
ہو جائے گا۔ وہ بستر پر جوتوں سمیت لیٹا پھٹ کر
گھورے جا رہا تھا اگر پری کو خبر ہو جائے کہ اس نے
ایک لڑکی سے لٹھ لگایا ہوا ہے لور اوھر گھروالے اس
کے لیے ایک اور لڑکی پسند کر آتے ہیں تو اس معصوم
سی لڑکی کا دل جیتنا محسوس جائے گا۔

"کیوں نہ حسان سے مل کر میں ساری بات اسے
بتا دوں وہ اپنے گھروالوں کو کنوٹس کر لے گا لور چل دواؤں
کی ساتھ لڑکی کو طلاق دے دے پتا چتا نہیں یہ طریقہ
مناسب ہے یا نہیں پری کو علم ہوا تو وہ شاید زمین
آہن آہن کر دے اور میرے خدا میں کیا کر دے۔"
اس نے پتہ چھڑانے کی رست پر رکھ لیا۔

دلوور نے اپنے لٹھ والے سے معلوم ہوا کہ وہ
اے کلن کی ہوئی تھی تو پری کا فون نمبر بھی
اس کا نمبر

اس کے لوہے اگر اٹھا۔

زندگی میں پہلی بار اس نے ڈیرا سائمن کے حکم پر کوئی غیر قانونی کام کیا تھا ورنہ اس نے پہلے اس کے ہاتھ صاف تھے۔ پتل نواز نے کہا۔

”میرے جانشینوں کی تعداد دین بدن گنتی جارہی ہے میں صرف تم پر ہی اعتبار کر سکتا ہوں اس لیے تمہیں ہی کہہ رہا ہوں اور میری بیٹی کا حق ہے، ان لوگوں کو زیادہ پتل نواز نیا سلوک کرنا ہے ان کے ساتھ جو اس کے حق۔ ڈاکا ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور سائمن کا وقت ابھی نہیں آیا بس تم جاؤ صرف علی با تو کو لے کر جانا اس لڑکی کو جب لے لو تو علی با تو جیسا کہہ دوںی کرنا۔“

حیات نے اس بے ہوش لڑکی کو ڈپرے پر بٹھل کر دیا تھا دیکھنے بعد علی با تو مولوی نعمت بخش کو لے کر آیا۔

”بابا اس شہزادی کو ہوش میں لاؤ مولوی صاحب زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتے۔“ وہ بچوں کو ہتھ دیتے ہوئے بولا تو حیات اچھتا ہوا اندر چلا آیا وہ پہلے ہی انھیں کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اقرا کے سر پر چھوٹے حاکے تے ہوئے تھے ایک بیوہ کی کیفیت بھی کچھ قتل میں نہیں آتا تھا کیا دور رہا ہے اور کہیں وہ رہا ہے یہ لوگ کون ہیں جو اسے اس طرح اٹھا کر لائے ہیں ایک رعب دار کرخت نقوش والے قوی کو وہ اندر آتے دیکھ کر منہ بھل کر کھڑی ہو گئی تھیں ہوئی حوصلوں کی دیوار کو تو تھا مٹا ہی تھا۔

”شکر ہے آپ کو ہوش آگیا۔“ وہ گہری سانس بھر کر بولا اسے اس قسم رسیدہ لڑکی پر ترس سا آگیا جو کچھ دیر بعد علی با تو کی بیعت چڑھنے والی تھی کیونکہ وہ اپنی اس حرکت کو شرعی قرار دینے کے لیے مولوی کو بھی لے آیا تھا وہ انہی قدموں والیں تیا۔

”وہ ہوش آگیا ہے۔“ مختصر انداز کہہ کر علی با تو کے پاس پہنچ گیا۔

”پتل تو بھی ایسے آگے بڑھنے لگے پھر دیتے پتل کو ہاتھ لگاؤ۔“

”مولوی صاحب! میں سرگرم رہتا ہوں ہے

وہیے آپ نے فارم تو پہلے ہی پر کر لیے ہوں گے اب تو سائن کرنے کی ہر کسی کا رد دلی کرنا ہے کہیں حیات یہ ٹھیک ہے نہیں۔“ وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف مڑا۔ ”ڈیرا سائمن کا حکم ہے کہ حیات تمہیں اس مولوی لڑکی سے شادی کرنی ہے۔“ علی با تو نے جیسے اس کے کانوں میں بگھلا ہوا ایسے انڈلا سائن کرنے اور مولوی نعمت بخش کے جانے کے بعد بھی حیات وہیں بیٹھا رہا۔

”ڈنو یہ سب غلط ہے۔“ اس کا ضمیر گوارا نہیں کر رہا تھا۔

”ایک تو یہ پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ بڑی خرابی ہوتی ہے ہر بات میں غلط اور ٹھیک کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں۔“ ڈنو نے اسے ملامت کرتی نگاہوں سے گھورا۔

”ڈنو یہ شادی ممکن ہو اٹھ رہی ہے۔“

”بابا کون سے ممکن ہو اٹھ رہی ہے پتل میں یا تم کون اس کی کپڑوں پر رو رہو اور رتہ کر کھڑا تھا کوئی بھی تو نہیں۔“ وہ طنز کیا۔

”تم نہیں جان سکو گے ڈنو انہو شدہ لڑکی کی مجبوریاں بھی تو کن ہو اٹھ رہی ہوتی ہیں۔“ وہ تھکے انداز میں بولا تو ڈنو نے ہاتھ اٹھا دیے۔

”بس کرو یہ کتالی یا تم زہر لگتی ہیں مجھے ان کتالی اتوالے کیا دیا ہے ہمیں۔“ حرف ہمیں بدلی نہیں دے سکتے۔ تیار میں دو اسمیں دے سکتے۔“ نیا دیا ہے مجھے اسٹریٹ میں انکس کی ڈگری نے۔“ ڈنو غصے سے ہنسنا اسے رہا نہیں گیا۔

”اسی ناکامی کا الزام تعلیم کو مت دو۔“ حیات نے اسے ٹوکا۔

”اچھا نہیں دیتے تم تو یہاں سے ہو تمہاری بی بی لولی دو لسن انتظار کر رہی ہوگی تمہارا۔“

اس نے یہاں سے حیات کو آنکھاری۔

حیات کو پہلی بار توجہ ڈیرا سائمن کے اس عمل سے اختلاف ہوا تھا۔ روتی ہوئی اقرا کو دیکھ کر یہ احساس اور بھی شدید ہوتا جا رہا تھا وہ بارے ہوئے جواری کی طرح گئے فرش پر بیٹھی گھٹ گھٹ کر رو رہی

اقرا کے کہہ رہا اور جوتے ٹاپ لینے نلی تھیں۔

~~*

فون کی ٹیبل مسلسل بج رہی تھی شہن گل نے اندر سے اٹھ کر فون اٹھایا کوئی اجنبی اور سڑی آواز تھی۔
"سنا ہے کہ آپ کی ہونے والی بھابی اغوا ہو گئی ہیں۔"

"ایا۔" شہن گل کے ہاتھوں میں ریسیور لرز رہا۔

"ہاں اقرار ساجد کو اغوا ہوئے آن سیرا دن ہے حیرت ہے آپ کو پتا ہی نہیں۔" دوسری طرف سے طنز یہ کہ گرا لائن کٹ دی تھی۔ اس نے اندر آکر ہاں کو بتایا رہنماں نامشور تھا کہ فون کر کے پوچھ بیٹھے ہیں جبکہ ماہر کل کا کہتا تھا کہ ان کے گھر جا کر اصل صورت حال معلوم کرنا ضروری ہے۔

ساجد صاحب نے پھینکا ضروری نہیں سمجھا تھا بیٹی کی سرکاری کاسٹلنگ لٹوڑہاں ٹنگے چھپا ہے۔
"بزرگ مہرمت کرو میں داور سے بات کرتا ہوں وہ پتہ نہ پتہ ضرور کر لے گا۔" رہنماں نے ساجد کو تسلی دی۔ ہلہ کل سناٹے کے پائن تھیں۔ اس پر اسرار ٹیلی فون کٹ کر گاڑ کر ہو رہا تھا جس کی وجہ سے وہ اس وقت یہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"اقرار بیٹی کو تھوان کی وجہ سے اغوا نہیں لیا گیا ہے بلکہ اس کے پیچھے کوئی اور ہی قصہ لگاتا ہے یوں محمد وس ہو رہا ہے اسے اغوا کرنے والے آپ کی عزت کے روپے ہیں کم از کم اس ٹیبل فون کل سے تو کسی لگا ہے۔" رحمان پر خیال انداز میں بولے۔

"میں نے تو نا حق کسی کلاں تک نہیں دکھایا نہ کسی سے سخت لہجے میں بات کی پھر کیا کیوں ہوا ہے؟" ساجد رو پڑے۔

"خود کو کسوز کرو تم اگر حوصلہ چھوڑ بیٹھے تو تمہاری لولاد کا لیا ہو گا۔" رحمان نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سمجھایا۔

اقرا کے اغوا کے بارے میں سن کر داور لہ نہا ش نہیں ہوئی جائے اسے کہیں قہر نہ لے لیا اغوا لایا تھا ہاں یہ ضرورہ اتفاقاً وہ نہ ہو رہا ہے۔ آواز محمد وس کرنے لگا تھا بہت شایہ انہوں نے اب یہ سن کر غرض

"دیکھیے خدا را حسب کر جائیں مجھ سے ہواشت نہیں ہو رہا ہے۔" وہ گفتگوں کے بل اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تمہیں کیا خبر میں کیوں ضروری ہوں جن کے زیاں ہوتے ہیں وہی دوتے ہیں تم تو نہیں رو رہے ہو کیونکہ تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے مجھے تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ مجھے کس جرم کی سزا ملی ہے تمہیں معلوم ہے میرے گھر والوں پر کیا قیامت نازل ہو گئی۔ اور ہو جاؤ میری آنکھوں سے پٹے جلتے ہیں میں نے تمہیں اپنا دل کا واسطہ۔" اقرار بیٹی پر اسی طرح گھن لیے باہر اٹھ گیا۔ علی ڈیو چاچا کا تھا پہل اسی طرح گھن لیے باہر گیٹ پر ٹھل رہا تھا۔

~~*

"خدا را میری بیٹی کو کہیں سے لے آئیں کل صبح گئی تھی اور آج رات کے دس بجے بھی بچ گئے ہیں خوب کاٹا آج اور تو نہیں ہے۔" سناٹے پر عجیب بیانی گینیت بنادی تھی کل تاہم رات کوئی بھی نہیں سوئے تھا سناٹے نے غریب کے بعد پھر خوب کے گھر فون لیا اس نے کہا کہ نالی پر ہو گئی ہے اقرار کو گئے ہوئے اس وقت تک داور کے گھر والے اپنے گھر تھے انہوں نے پھر فون لیا اور بارہا دن کو بھی دوڑا یا رات کے آٹھ بج رہے تھے اب تو خوب بھی پریشان ہو گئی بارہا دن بھی باجوس واپس آیا تمام رات بیٹوں باپ بیٹے اقرار کی تلاش میں ہر ممکن جگہ گئے بدھائی کے ڈر سے وہ تھکے بھی نہیں جا سکتے تھے خود ہی کو ششیں کر رہے تھے۔

حسان اس معاملے میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لے رہا تھا اور آج رات کے دس بج گئے تھے اقرار کا کہیں بھی تاہم نشان نہ تھا سناٹے کی حالت بہت خراب تھی وہ باہر پھرتے ہوئے ہو رہی تھیں ٹائیپ ہی انہیں سمجھتی تھی کہ وہ خود ہی ہے حوصلہ دہری تھی ساجد صاحب جیسے چپ تھے بدھائی کا خوف کسی حیصہ کی طرح ان کے دل میں گہک کو جکڑے جا رہا تھا نہ چلے کیا ہونے والا تھا پھر وہ اقرار اور داور کی کسی کی رستم آگے والی کسی کی سلسلے میں

ملاؤتی تھی۔
 پروا کو بھی بلج لو مجھے علم ہو گیا تھا کہ اقرا آتی باغوا
 ہو گئی ہیں اور کم کو مانج بھی نہیں آ رہی تھی خوفناک اور
 حیرانے بتایا تھا کہ اقرا آتی کو با معلوم افراد نے اغوا
 کر لیا ہے اور اب ہم تمام کاڑ کر کے سب کو بتا رہے
 ہیں ان کے تمام رشتہ داروں، بھائی، جتنے والوں اور
 دوستوں کو اس واقعے کی خبر ہو گئی تھی پروا کو احساس تھا
 کہ وہ سب اس وقت کس قیامت سے گزر رہے ہوں
 گے وہ گھر جا کر لن کے زخموں پر تمک پاشی نہیں کرنا
 چاہتی تھی اس نے داور کو فون کر کے کہا کہ وہ اسے صبح
 وار دن سے اجازت لے کر یک کر لے اے بہت
 ضروری بات کرنی ہے۔ آفس میں حاضری دے کر صبح
 بجے کے قریب وہ اسے لینے آیا۔ وہ اس وقت
 سرکاری گاڑی میں یونیفارم پہنت تھی۔
 ”مجھے اپنے پائے ہی تم بھی نہیں بتا رہے ہیں رہاؤں
 میں تمہیں جوہ احساس ہے۔“ وہ اس نیم ٹنک
 ریسٹورنٹ کے ٹیبل میں داخل ہوئے ہی اس پر برس

پڑا۔
 ”آپ کو پتا ہے اقرا آتی باغوا، وہ جی پر آپ پتہ
 کریں پتہ۔“ اس نے داور کی ناراضگی کو نظر انداز
 کر دیا۔ داور نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا تو اسے یہ
 ظلم نہیں تھا کہ اقرا اور اس کے رشتے کی بات پیش رہی
 تھی۔

”ایسا اقرا آتی کے سسرال والوں کو یہ پتا کیونکہ
 مجھے اور م نے فون پر بتایا تھا کہ ان کی بات طے ہو گئی
 ہے کسی کے ساتھ ملے ہوئی ہے۔ مجھے نہیں بتایا اس
 سے پہلے ہی یہ حادثہ ہوا۔“ وہ افسوس کر رہی تھی۔
 داور نے ایک گہرا سانس لیا ”پتہ ہی تم کو ملتا علم ہے۔“

”ہری میں بہت ڈسٹرب ہوں۔“ اس نے دونوں
 ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں باہم پھنسا کر
 ”میں کچھ نہیں سمجھ رہی ہوں۔“ وہ میز کی سطح کو

”کیوں تم کیوں کہ شریک نہیں ہو۔“ وہ بے قراری
 سے آگے بڑھ گیا۔
 ”اس وقت میں باغوا کے ہسپتال میں کچھ عرصے

بعد میری شادی ہے میں اب مزید آپ کو۔۔۔
 نہیں رکھنا چاہتی۔“ وہ گھرے گھرے انداز میں اس
 کے حواسوں پر ہلکی کر انگلی۔

”ہری جاتی ہو اس جموٹ پہ میں تمہارا اکاؤنٹ
 ملکا ہوں۔“ وہ سخت لہجے میں بولا۔

”میں جموٹ نہیں ہول رہی ہوں بہتر یہ نا۔۔۔
 آج کے بعد نہ ہی لیں۔“
 ”ہری ہری مجھے لگا آگے لا کر تم پیچھے نہیں لٹ
 سکتیں میں اس رقیب کو جان سے مار دوں گا۔“
 مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔“

داور نے سختی سے اس کے شانوں کو تھام لیا تھا
 ”تعلیف کی شدت سے پروا کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔
 ”ہری کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے کیوں
 ستا رہی ہو میں سچ کہہ رہا ہوں جو بھی ٹھیک ہے اور
 تمہارے درمیان آیا زبردگیس ہے۔“ وہ سختی سے
 ہاتھوں پر دانت تھما کر بولا تو پروا کو جھڑپ تھی ہی آئی۔
 رقیبت کی آگ میں جھلکتا ہوا داور تھا۔

”شاید میں ہی تصور وارہ دون مجھے آپ کی برباد
 افزائی نہیں کرنی چاہیے سچی شاید ختم ار م نے۔“ جا
 ہی نہیں جانتے تھے اٹلی ایم سواری ایک مشرعلی سورنی
 داور آپ کی سچی اچھی سی لڑکی سے شادی کرے گا
 بھول جائیے گا کہ کبھی پتی آپ بولی تھی۔“ وہ بڑبڑا۔
 حوصلے سے بڑبڑاتی تھی۔

”ہری اس وقت میرے سامنے سے ہٹ جاؤ! وہیں
 چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ چند منٹ بعد ہی یہاں تمہاری
 لاش نظر آئے۔“ وہ درندے کی طرح غرایا تو اس کی
 آنکھوں میں آنسو آئے۔

”یہ جیسی محبت ہے آپ کی دو مجھے زندگی سے محروم
 کرنا چاہتی ہے میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں اب
 آپ بھی رہی تھی کسر پوری کرنا چاہتے ہیں میں بہت
 پرے پرے کو اب دیکھ رہی ہوں اسنے ہا ہا سا میں نے
 بارے میں کتنے نہیں میں نے ان کی شکل میں دیکھی
 ہے۔“ نہ تو از سنی ہے ایسے عالم میں مجھے آپ کا
 تصور ہی زندگی بن گیا ہے اور آپ مجھ سے اتنی زیادہ
 نفرت کرتے ہیں۔“ اس نے آنسوؤں کو روکنے کی

گوش نہیں کی تھی۔ داور کو اپنے منہ کی
صورتی کا احساس ہوا۔

"اور میں مجھے مارے آپ کی جلیں تو ختم ہو۔" وہ اس
کے سامنے آئی اور نے بے اختیار ایک ہاندا اس کی
گھر کے گرد حائل کر کے اسے خود سے قریب کر لیا۔

"اپنی زندگی اپنی مدد کو کیسے مار سکتا ہوں۔" وہ
گھر کے کچے میں بولا، پروا اس کے شانے سے کھی
سکتی تھی۔ بھرتی رہی بعد میں اس کی انتہائی قربت کا
شیل گئے ہی اس سے دور ہو گئی تھی۔

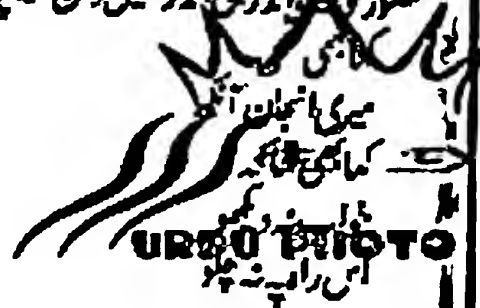
مگر کس کے گل کی دھمکی دلوں۔" وہ سرشاری
سے بولا کچھ دیر پہلے کی بے زاری جو پروا کے انکشاف
کے باعث اس کے وجود پر چھائی تھی یکایک اس کا
خاتمہ ہو گیا تھا۔

* * *

"خوشنشین! آقا آپ کے منکبیر کا کیا نام ہے۔" اس
نے پوچھی خوشنشین سے پوچھا تھا۔
"جہیں جہیں ہمارے جہیں نہیں بتایا۔"
"جہیں جہیں بھی بتاتے ہیں سکھائی ہوئی کسی ہمارے
کہا تھا کہ وہ آپ کو آپ تو سربراہانوں کی آپ یہ ماہر
ہو گیا ہے وہ تو کائنات میں نہیں آ رہی ہے۔"

"وہ حسان بھائی کے دوست ہیں میں جو اس پیش
پولیس ڈپارٹمنٹ میں ایس پی آفیسر ہیں۔" بے
کھٹک سے پار وہی واہنگ۔ "خوشنشین ماتھے پر
ہاتھ مار کر بولی تو پروا جیسے کسی گھرے ہمنور میں پھرا گئے۔

"اور زنی یہ تعلق ابتدا سے ہی غلط تھا آپ میں
جہیں جہیں بھی نہیں یاد کر لیں گی کبھی بھی نہیں۔" اچھا
ہی ہوا میں نے کسی فریڈ سے تمہارا ذکر نہیں کیا اور نہ
رسول کی اور مامستہ ہی میرے جے میں آئی۔ تمہارے
تصور کو بھلا اندر ہی اندر نہیں دفن کرنا پڑے گا۔"



جہاں پاؤں ٹکرا دو جائیں
لوہر رتے بھی خار ہو جائیں
اتنے خواب نہ دیکھو کہ

انہیں آنکھوں میں رہنے کے لیے جگہ نہ ملے
مگر خواب دیکھو دیکھو کہ
میری آنکھی سے انجان آنکھوں نے
دیکھا ہوتا کچھ لیا ہے
دل نے درد سہا کچھ لیا ہے
جذلوں نے سرد رہا کچھ لیا ہے

* * *

داور دیوار سے ہوش ملنے لگا پروا نے انکار کر دیا
ملنے سے سانس ہی نہیں آئی اس نے کتنی بار وارڈن
کے آفس فون کر کے اسے بلوایا وہ ریسیور تھا
خاموش ہی رہی وہ پلو پلوئی کرتا رہ گیا ابھی وہ پروا کے
اس منہ پر کھل ہی رہا تھا کہ اسے ایس تک لے کسی
حیات کے آنے کی اطلاع دی جو اس سے فوری
ملاقات کا خواہش مند تھا۔

"لے تو فوراً" اندر۔ "اس نے آج تحت یا تختہ
کرنے کا فیصلہ کر لیا۔"
"سلام داور سامیں۔" حیات سلام کر کے بیٹھ

گیا۔
"کھوئیے تنہا ہوا۔" وہ خشک لہجے میں بولا۔

"داور سامیں دیکھو سامیں نے کہا ہے کہ بی بی
سامین کے حق پر جو ڈاکا ڈالے گا اس کا ناں ایسا ہی
ہو گا اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ بی بی سامین
کو دو بھتیوں کے اندر اندر لے جائیں ورنہ بہت برا
ہو گا۔"

حیات کے لہجے میں کھلی دھمکی تھی پٹیل کو جیسے
کسی نے بولا سائی دیکھا ہی۔

"حیات اپنے سامیں لوہر ڈھری سے کہہ دو کہ مجھ
یہ بندھن منکھور نہیں ہے تین بھتیوں کے اندر اندر میں
طلاق کے کاغذات تیار کر کے بچھاؤں گا۔" وہ زہر
خند لہجے میں بولا تو حیات کا چہرہ مسخ ہو گیا وہاں تک رہا
تھا جیسے ابھی خون چھلک پڑا۔

"آقا کو تو ہم نے عزت دے لیا ہے نہ ات عزت

ہو تا تو ملک

۴۳ "بچے ایس بی سے کہہ دیا ڈیری تکیا تو ایس
اس سوہا کی شکل دیکھنا چاہتی تھی۔" وہ غصہ سے
کہتی دایس لیڈ کورڈ میں بندھ گئی تھی۔

--*

سالہ بیگم بار بار اقرا کو ہاتھ لگا کر اس کے
یقین کر رہی تھیں۔ اقرا کی اس اطلاع نے نہ ہر
ہوش باز اس پر تھے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔
"یہ کیسے ہوا تم مجھے بتائیں اس کی شکل دیکھنا
زبردست چھوڑنا اسے۔" حسان کا خون کھول رہا تھا۔
"بھائی جان وہ کہہ رہے تھے کہ دلور ان کی ڈیری بی
امانت ہے اور جو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا وہ
حشر کریں گے اس کا ملازمہ وہاں بائیں کر رہے تھے۔
دلور نے ان کی ڈیری سے نکاح کیا ہوا ہے اور اب کمر
رہا ہے۔" ۴۴ "قرآنے تفصیل بتائی۔
"دولہ ۴۵ سے یقین نہیں آ رہا تھا۔
میرے دلور نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔" وہ ابھی تک
بے یقین تھا۔

"بھائی جان یہی سچ ہے اس بچ کا پتا اگانے کے لیے
میرے خوابوں کے پہلوں میں کرجیاں چبھ گئی ہیں۔"
دھڑکتی ہوئی اندر چلی گئی تھی۔

--*

حیات اس کی ضد پہ اسے داور کے گھر لیے جا رہا
تھا۔ کل پردا کو دیتے بھی چلے جاتا تھا وہ بس پہلا سامنے
کے تختہ گرد اچھے شخص کی شکل دیکھنا چاہتی تھی
اسے اس کی حیثیت یاد دلانا چاہتی تھی۔ حیات نے
بتایا تھا وہ ایک معمولی سا افسر ہے۔ گاڑی جب گیٹ
سے اندر داخل ہوئی تو تب وہ اپنے خیالات سے چونکی
اور گرد کا ماحول مانوس لگ رہا تھا۔

"جلاو اپنے ایس بی کو بلا کر لاؤ۔" وہ بوجھنی گاڑی
سے نکلے گئے کھڑی تھی۔ اگر کم کو ابھی طرح جیاد تھا
یہ لڑکی پہلے بھی آپکی تھی پر تب تو وہ اتنی لڑکی لڑکی
تھیں تھی۔ اندر سے دلور کا مکمل لور شاہ گن تینوں
ساتھ اٹھے تھے اگر کم کے پہلے لگا کر اسی دیا تھا۔
"ہری تمہ" وہ حیرانی کے بارے میں کہہ سکا۔

میں بتائیں گے جو بی بی سائین لور آپ کے درمیان
ہے۔ حیات تیز تیز قدموں سے نکل گیا تھا دلور نے
مرحوم لیا اسے حیات کے الفاظ یاد آئے۔
"۴۶ "قرآن کو ہم نے عزت دیا ہے۔" اسے اصل
بات کی۔ تک پہنچنے میں ایک لمحہ ہی لگا تھا۔

"سیاد" رانا" دلور بی بی جیپ فوراً نکلا۔
"تہم ہی طوفان کی رفتار سے کپڑوں میں کیا تھا رتب
تک حیات نکل چکا تھا اس نے حسان کو فوراً طوفان
کر کے لٹا تھا کہ اقرا کا سراغ مل گیا ہے اس نے سکر
کے ڈی سی کو فون کر کے مدد طلب کی تھی۔ حالات کے
ڈش نظروہ صرب حسان کو لے کر جا رہا تھا۔

ڈیرے پر انہیں کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہیں
کرنا پڑا تھا صرف پل ہی تھا جس نے ہتھیار ڈال دیے
تھے پل پہلے ہی تائب ہو چکے تھے اقرا اندر بھی حسان
کو دیکھتے ہی وہ تمام تہذیب کو پیشگی تھی۔ بری طرح چپٹیں
باندھتی وہ بھائی سے پل تھی جس کی آنکھیں خون رنگ
ہو رہی تھیں۔ اسے ابھی تک سمجھ نہیں ہو سکا تھا کہ
اس کی دمن کو کسی قصد کے لیے اغوا کیا گیا ہے۔ پل
نے تشدد کے بعد بھی زبان نہیں کھولی تھی۔

--*

"بی بی سائین یہ ہے آپ کا پاسپورٹ اور یہ ہے
کلٹ آپ بس پرسوں تک چلنے کی تیاری کریں یہاں
اب آپ کے خیر خواہ کم ہی ہیں۔" حیات کے لیے میں
محسوس کیا جانے والا دکھ تھا اس نے پردا کو بتا دیا تھا کہ
اس کے شوہر نے رخصتی کرانے سے انکار کر دیا ہے
لور اسے طلاق دے رہا ہے اسی وجہ سے اس نے پل
نواز کے حکم پر پردا کے لیے راتوں رات امریکہ کے
ویزے کا بندوبست کیا تھا۔ دلور کے لیے ڈیرے نے
جو سزا تجویز کی تھی وہ مدت عبرت ناک تھی۔

"حیات مجھے اس شخص کا ایڈریس دے دو میں
اسے لکھنا چاہتی ہوں جو مجھے لکھ کر رہا ہے۔" اس کے
ایک سال کا لکھ لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر
آپ خود مجھے لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر
لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر لکھ کر

۱۹۶

جلی بی سائین میں ہیں وہ جن کے ساتھ تب کا
 طح ہوا ہے۔ "حیات آپسلی سے بولا تو ہزاروں پہاڑ
 ہاتھ اور ہاتھ اس کے سر پر گرنے لگے۔
 سو تھم ہو رہے تھے مگر اس نے کہا۔ "وہ سربے میں
 ہوا۔"

حیری اندر تو بیٹہ کربات کرتے ہیں۔ "وہ حیرانی
 کے شاگ سے اٹھ کر اس کی طرف بھاگے۔
 "خجوا رہو ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔" وہ انگلی ہاتھ
 کر رہی۔ شلہ گل اور ہاتھ گل حیران تھیں کہ قصہ کیا ہے
 اورم کی دوست داور سے یوں حاکموں والے انداز میں
 کیل بات کر رہی ہے۔

"داور زنی تمہیں تو رشتوں کا بحر م رکھنا بھی نہیں
 آتا اس خیال کو ان سے نکال دو کہ تم سے کہوں گی
 مجھے طلاق مت۔" تمہارا اصل چہرہ میں نے دیکھ لیا
 ہے۔"

"حیات چلو واپس۔" وہ گاڑی میں بیٹھ گئی اور اس
 کی گاڑی گیٹ سے نکلی اور دوسرا سالہ اور حسان کی
 گاڑی اندر داخل ہوئی۔ وہ تینوں ابھی تک وہیں
 کھڑے تھے داور خود کو یقین دلانا تھا کہ یہ وہی پرانی
 ہے جس نے وہ چاہتا ہے نکاح کے وقت اس نے تحلیف
 طرح سے نام ہی نہیں سنا تھا اسے اگر خبر ہوتی کہ
 داری اور پرانی ایک ہی شخصیت ہیں تو وہ کبھی حیات کو
 پاپس نہ لوٹا۔ لوہا ہاتھ گل حیران تھی کہ ہوا بار بار
 نکاح اور طلاق کا ذکر کیوں کر رہی تھی اس لیے اسے
 سالہ حسان اور ساجد چلے آئے تھے ان کے لیٹا پر
 وہی قصہ تھا جو ہوا تو ہوا ہی دیر پہلے سنا کر گئی تھی۔

اس نے سر جھکا کر اعتراف کر لیا تھا کہ وہ پراچل
 لوا کو گرفتار کرنے کی خاطر اسے یہ نکاح کرنا پڑا تھا
 حسان کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ہوا اسی چل لوا کی
 بیٹی ہے جو ان الاقوامی دولت مند گروہ ہے۔

"داور نے کہا میں بتایا تک نہیں۔" سب
 اسے ملامت کر رہے تھے وہ اس وقت کسی کا بھی سامنا
 کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا گاڑی لے کر باہر نکل
 گیا۔

URDU PHOTO

حیات کو علی ڈنوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ پراچل
 لوا کو پکڑی آئی ہاے کے ہیڈ کوارٹر میں کھانے میں زہر
 ملا کر قتل کر دیا گیا ہے لب ہوا سے چھپانے کا کیا فائدہ
 تھا وہ پہلی فلائٹ سے اسے لے کر سٹیکر پیچا، قتل ڈنوں
 نے اسے اسکی سے بتایا کہ اقرا کو اس کے گھر والے لے
 گئے ہیں اور وہ پراچل اس میں کی لاش جو پل میں سہا پکی
 لاش دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

ہوش میں آنے پر وہ لب کے منہ جسم سے پٹ
 پٹ کر اٹھ اٹھتی تھی کہ پھل چھینے بھی مل گئے۔

"نسیات تم نے مجھ سے نہیں چھپائے رکھا کہ پاپا
 سائیں امریکہ میں ہیں میں فن سے مل تو لیتی ان کا
 وہاں رہی کرتی۔" وہ دھڑا کر بار بار کہہ رہی تھی "ج
 کے تمام اخبارات چل لوا کی پراسرار ہلاکت کے
 بارے میں بھرے ہوئے تھے۔ چل لوا کے پانی
 ساتھیوں کے محتاط ہو جانے کے اور سے اس کے
 کارٹل سے واضح طور پر بین نہیں کئے گئے تھے۔
 حکومت کی سختی سے عدالت تھی کہ چل لوا کی موت
 کو ہٹ کیگنڈ بنایا جائے پھر بھی پراچل کے اصل
 روپ سے کسی حد تک واقف ہو گئی تھی وہ سبوں کے
 لیے موت کی اوریاں ہلانے والا خود قدرت کی تخلیق
 ڈوری میں بندھ گیا تھا۔

~~*

"داور ہمیں ہوا کے گھر لے چلو ہم اس سے
 نصیحت کریں گے۔" رحمان اور ہاتھ گل ٹھیک اس کے
 کمرے میں آئے۔ داور کو اپنے کاتوں پر یقین نہیں
 آتا تھا اس کی نگاہوں میں سب اظہاری دیکھ کر رحمان
 بولے۔

"اس میں اس دنیا کا کیا تصور ہے باب کے گناہوں
 کی سزا بھی کو نہیں دیں گے تم اگر پہلے ہی ہمیں بتا
 دیتے کہ تم یہ احتمالی قدم اٹھا چکے ہو تو ہم خوشی سے
 ہو جاتا کہ گھر لے آتے خیر اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے
 چل لوا کے چالیسویں کے بعد ہمات کریں گے۔"

~~*

"ہمیں مہا میں نیاات سے طلاق نہیں لے آتی۔
 عدالت جلاؤں کی۔" یہ کہتا تھا کہ کیا میں اب ی

بدنامی کا سامنا نہیں کر سکتی وہ جیسا بھی ہے مجھے قبول ہے۔ "اقرا دیتی ہوئی کمرے سے نکلی تو وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر رو گئے۔

--*

"لیلیٰ سائیرن صبر سے مسلمان آئے ہیں۔" بھاگ بھری آئے اطلاع دے کر لیٹ گئی۔ پروا نے سپاؤں کو کر جزدان میں رکھا اور باہر آگئی۔ ڈرائنگ روم میں رحمان ماہ کل لور داور بیٹھے ہوئے تھے نہ جانے کیوں اسے سہارے کا احساس ہوا ماہ گل کے سینے سے لگ کر وہ ایک بار پھر دھواں دھار دیتی رحمان کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

--*

چل لواز کے چالیسویں کو ڈیڑھ ماہ گزر چکا تھا۔ رحمان اور ماہ گل نے فیصلہ کیا تھا کہ اسی ماہ پروا کو رخصت کر اکر لے آتے ہیں۔ صرف اور شاید کل بہت خوش تھیں انہیں تو بچے پروا ہی پسند تھی یہ جاننے کے بعد کہ وہ بھلی کی بھی پسند ہے ان کی خوشی میں اضافہ ہو گیا تھا وہ آتے جاتے داور کو چھیڑتیں وہ ہنسنے مسکرا کر رہ جاتا نہ جانے کیوں اسے پروا کے تیور خائف کر رہے تھے۔

پروا یا سائیرن کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی ایک ایک چیز میں اسے ہلکا سا میں کی محک آ رہی تھی۔ وہ دراصل میں تمام کاغذات سلپتے سے یہ کر کے رکھ رہی تھی بسبب اسنا سبب ہیچ پھسل کر لیپ کر اٹھا اس نے پونہمی اٹھا کر بڑھل۔

"میں داور دتی ولد رحمان دتی پروا چل لواز سے اس شرط پر نکاح کر رہا ہوں کہ اگر چل لواز کو پولیس کے حوالے کر دے چونکہ کل داور چل لواز اختیار لائے رہا ہے اس لیے میں اس کی جی سے نکاح کروں گا۔"

"تو تمہارے ہاں میں کے قاتل اسے موت دے گا میں دیکھنے والے ہوں۔" لیلیٰ سائیرن پروا لواز اتنی کے کی پڑی تو نہیں تھی کہ اس نے اختیار ڈال دیا۔ داور دتی کوئی کولب "کی" کا لور شاد تو نہیں تھا جو

مٹھی میں دیا۔

"داور دتی یہ شادی میں حضور کروں گی۔" تمہارے دل میں کوئی حسرت کوئی ارباب نہ رہے۔" نفرت سے بولی۔

--*

صالہ عظیم کے دل میں پروا کی طرف سے گھر پڑی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اسے اقرا کا بھرم سمجھ رہی تھیں۔ گھر میں اب اس کا نام لینے پر بھی پابندی تھی حالانکہ باقی سب کی نگاہوں میں وہ بے قصور تھی۔ اقرا نے بھی حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا اسے دکھ تھا کہ حیات نے اس سے رابطہ نہیں کیا ہے۔

داور کو یقین نہیں تھا تھا کہ پروا شادی کے لیے تیار ہو گئی ہے اس کی شادی کی بے حد حسب فکس ہوئی تو اسے یقین کرنا ہی پڑا۔ وہ خدا کا شکر کرتا تھا کہ اس نے پری کو طلاق نہیں دی پھر اس کے بعد ساری عمر کا بچہ تنہا رہ جاتا۔

--*

داور جب اپنے برائیدل بدم میں داخل ہوا تو پروا عام سے انداز میں صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ گلوں اور بھاری دھندے صوفے کی بیک پر پڑا ہوا تھا پاؤں جو تلوں کی قید سے آڑو پھولیں بھرتے مارٹ پر دھرتے ہوئے تھے تمام زبورات وہ اسی طرح پڑی ہوئی تھی پاؤں سے اس نے موٹی فوج کرناٹک کی کوٹیشن کی تھی جس کے نتیجے میں تمام بال پریشان تے اس کے کندھے لور کر رہ پھیل گئے تھے۔ داور کو حیرت سی ہوئی اس کی آنکھیں حیا کے بوجھ سے جھکی ہوئی نہیں تھیں بلکہ بے ہاکی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"دیکھ لو میں نے اپنا کہا پورا کر دیا ہے کہ تمہیں ہی دل لیں بنا کر لاؤں گا اور تمہیں یہاں لگی ہو کبھی نہ جانے کے لیے۔" وہ اس کے سہارے لپک کر لگا ہوں میں بساتے ہوئے اس کے قریب ہی ٹپک گیا۔

"تمہارا تھی پری ہو۔" وہ اس کی خاموشی پر بولا تو پروا نے اپنی نگاہیں اس پر سے ہٹا لیں۔

"کچھ بولنا چھی سی بات ہی کہو اور کچھ نہیں تو ناراضگی کا اظہار ہی کرو۔" داور نے اس کا ہاتھ تھامنا

جہاں روئے چھڑا لیا۔

"کھیلے اپنے حساب تو چکا لیں۔" وہ نفرت سے ہولی
دو اور خیران ہو کر اسے بکھٹکا۔

"کن سے حساب۔"

"اتنے بھولے نہ ہو، میرے باپ کو موت کے
خولے کرنے والے تم ہو صرف تم اس خوش قسمتی میں
محبت رہنا کہ میں نے یہ شادی تمہارے عشق کے
انہوں مجبور ہو کر کی ہے نہیں دلوں دلی میں نے یہ
شادی اپنے حساب برابر کرنے کے لیے کی ہے مجھے
علم ہے کہ تم مجھ سے شدید محبت کرتے ہو۔ میں بھی
ایسا کرتی ہوں۔ یہ شدید محبت کرتی تھی اور کرتی رہوں گی
اس سے قطع نظر کہ کیا ہے۔ محبت سے محرومی کا دکھ
محبت پر ہوتا ہے انسان سہہ بھی نہیں سکتا وہ میری
ظہروں سے لو بھل ہو گئے ہیں پر ان کا دکھ ہمیشہ میرے
ہونے میں پلتا رہے گا۔ میں تمہارے سامنے تمہارے
قرب ہوئے ہوئے بھی تمہیں خود سے محروم رکھوں
گی۔ یہ دکھ یہ عہد یہ نامرغور بن کر تمہیں تڑپاتا
رہے گا۔"

میں خواب بن نرات نیند میں دکھائی دوں
وہ میرا قرب ہو چاہت تو میں اسے جدائی دوں
تو پ تڑپ کے وہ مجھے مانگتا رہے مجھ سے
پر اپنے سوائے میں اسے ساری خدائی دوں
تو داور دلی میری طرح تمہیں بھی نارسلٹی کی آگ
میں جلنا پڑے گا اگر تم نے زبردستی بددول طاقت مجھے
محاصل کرنے کی کوشش کی تو ایسا صرف تمہاری باربی
کر سکو گے وہ سری ہار میں اس کی لوبت ہی نہیں آنے
پھول گی۔ داور دلی میں اپنا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے
کھول گی تا عمر تم اپنے پیڑھے چاٹنے رو گے۔"

روانہ ہونے پر وہی تھی۔

"میری تم اسے ظالم کی تو کہتی ہو مجھے اندازہ نہیں
کہ" "میری دور بعد داور کی نواز ملی تو دھنچ مندی کے
لاٹھوں سے مسکائی
"ایسا سانس کی روح سے بکھٹ کر خوش ہو گی۔"

URDU PHOTO

~~*

"میں قرا تم ایک بار پھر سوچو حیات اس اس اس اس
ہے تم ابھی طرح جانتی ہو۔" ساجد اسے آنکھوں سے
سنبھارتے تھے۔

"بھلا وہ اس لائن کا توی نہیں ہے اس نے بھی
پہلے نواز کے جرائم میں حصہ نہیں لیا یہ ایک بدعالم
بدعنوان بدعقل شخص ہے۔ میں نے اس کی شرافت اور
کردار کو پرکھا ہے میں اتنے طنز و طعنے اس میں
کوئی قابل گرفت بات نہیں دیکھی۔" اقرا اس کی
حمایت کر رہی تھی سوا نہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"تم ٹھیک ہے میں اسے بلواتا ہوں سادگی سے تمہیں
اس کے ساتھ رخصت کرتا ہوں۔" ساجد بولے اور
ٹیل فون سیٹ کو صدمہ رکھ کر حیات کا نمبر ڈالنے لگے
پروا کے تو پھر ان لکھن پر نہیں بک رہے تھے اقرا
حیات کی بدن گئی تھی۔ رخصتی تو سادگی سے ہوئی تھی پر
دلہن پر اس نے تمام کسبوں لکھ دی تھیں۔ سارا
انتظام دہلی میں کیا گیا تھا لکھنوا پر راکٹوں کی آگ
ہے۔ صلح کی کھلی قلم ہو گئی تھی وہ اتنی محبت اور
چاہت سے ہر کام میں پیش پیش تھی کہ انہیں اقرا کے
اصیب پر پیار آ گیا۔ پروا نے کہا تھا کہ اقرا اور حیات
دہلی میں ہی رہیں گے حیات نے انکار کر دیا تھا اس
نے کہا تھا۔

"میں ڈیرے پر ہی رہوں گا اور پہلے کی طرح ہی ہر
کام کروں گا۔" وہ خاموش ہو گئی تھی۔
رات وہ اور داور دلی میں ہی رہے۔ حیات اقرا کو
لے گیا تھا وہ بے پناہ خوش تھی۔

"بھیاگ بھری میں سولے جا رہی ہوں تمام لافشیں
اتے کر دو۔" پروا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ داور
ایک دلچسپ میگزین پڑھ رہا تھا اسے اندر آتے
اور پھر دروازے کو لاک کر تھوچ کر اسے نیت
ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی اور کمرے میں رہے
گی۔

"خیر اس کا گھر ہے جہاں وہ رہے نہ مجھے کیا۔"
کندھے اچکا کر داور دلی میں پہنچے گا۔ وہ اور وہ
سے ٹائٹ اور پسینہ لگنے لگا تھا۔ وہ نے ہلکی سی
پینہ منٹ بعد تو یہ ہے یہاں جانتا ہے کہ وہی تو

داور کی نظر بے اختیار اس کی طرف اٹھ گئی۔ اس کا
 داغ سننا اٹھل۔ اس نے نظروں کو موڑ لیا۔ وہ
 ڈرینگ ٹیبل کے آگے کھڑے ہو کر بالوں میں برش
 پھیر رہی تھی پھر اس نے دلکش سی مسکندہ لالہ قریشی
 کمرے میں اسپرے کیا اور ہلکی توناز میں ڈیک لگا کر
 آگئی۔

جانن جہاں۔

پرلین جیسا روپ دکھانا۔

جانن جہاں۔

پرلین کی طرح کھو نہیں جانا۔

روپ دکھانا ہمیں مست بناؤ۔

ہوش باڑاؤ جانن جہاں۔

پردا نے ہلکی جھٹکے برش پھینکے ہوئے روپیدہ پر اس
 کے سامنے لیٹ گئی اور خواہ مخواہی جوڑیوں کو پھیرنے
 لگی۔ دلور کی توجہ کیسے نہ تقسیم ہوئی خون اس کی
 کٹھنوں میں جوش مارنے لگا تھا وہ شاید اس کے منہ کو
 آنا رہی تھی۔ داور میگزین پھینک کر بیڈ سے اتر آیا
 لودہ دانہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"کیس بی صاحب! ریتے ہیں۔" وہ دہلی میں طنزیہ
 بولی۔ بھاگ بھری مکن میں تھی داور نے پانی ماٹا وہ اس
 وقت اس کی یہاں موجودگی پر حیران تھی۔ بہر حال اس
 نے داور کو پانی کا گلاس سہمایا۔ وہ پانی پی کر چند منٹ
 بڑھ کر اُٹا اور اندر ایک قیامت تھی لوریا ہر بھاگ بھری
 تھی۔ لی ہوئی ملاؤنچ کے ساتھ تمام کمروں کے دروازے
 بند کر چکی تھی کیونکہ یہ پردا کا حکم تھا داور کی موجودگی
 میں ہی بھاگ بھری نے لی ہوئی ملاؤنچ کا ردوانہ بھی لماک
 کیا وہ ادھر ادھر چکر لگا تا رہا بھاگ بھری بے چاری اس
 کے انتظار میں تھی کہ وہ جائے تو وہ ملائش تک کر کے
 سوتے جائے وہ خود سے اسے کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔
 دلور کو ہی شاید اس پر رحم آیا وہ روپیدہ اسے کمرے کی
 طرف مڑا تھا شادی سے پہلے پردا اسی کمرے میں
 بٹریں سے واپسی پر قیامت لگتی تھی۔ مجموعی طور پر یہ
 ایک آرام دہ رہا تھا۔ قریشی پہاکیلا
 کارپٹ بچا ہوا تھا کمرے میں لودہ دانہ کے پردے
 بھی لٹکے ہوئے تھے اور انٹ کمر کا تھا پردا کا

پسندیدہ رنگ تھا کمرے میں دائیں ہاتھ پر ایک
 بیس صوفہ تھا ایک ڈریسنگ اور ایک ٹیبل تھا دیواروں
 پر پردا کی پینٹنگیں ہوئی تھیں چار تصویریں لگی ہوئی تھیں
 ایک طرف ڈیک لور کسٹنس کا رنگ تھا۔
 وہ واپس آیا تو ڈیک اسی طرح چل رہا تھا اس نے
 پہلے اسے تک کیا اور کمرے کا جائزہ لیا "لائٹ بند
 ہو چکی تھی بلور سرخ رنگ کا ہائیڈرولک چل رہا تھا۔ وہ
 خود بیڈ کے پچھلے سرے پر لیٹی ہوئی تھی۔ دلور نے
 کواختلان میں گھرا ہوا محسوس کیا۔ اس نے تکیہ منہ پر
 رکھا اور سوئے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ ابھی طرح جان چکا تھا کہ وہ اسے ہرانا چاہتی تھی
 اور شکست میں اس کی موت تھی۔ پتا نہیں وہ کیوں
 اتنی بازت پسند ہو گئی تھی۔

دوسرے دن پردا نے اقرار اور حیات کو رات کے
 کھانے پر مدعو کیا پانچار دلور کو بھی مدعو کیا۔ اس رات
 میگزین پڑھنے کے بجائے اس کی تہ سے پہلے ہی وہ
 چکا تھا۔ پردا کو شدید غصہ آیا تھا اسے اپنے بیڈ پر سوتے
 دیکھ کر اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے کارپٹ پر سوتا
 بڑے تک کل رات نہ جانے اسے کیا ہو گیا تھا شاید وہ
 دیکھنا چاہتی تھی کہ داور کتنا کنزرویٹو ہے پردا اسے پتھر کا
 تھا اسے بے حد شرمندگی بھی تھی کہ اس نے کیوں ایسا
 کیا تھا۔ انتقام لینے کے عرصے کے اور بھی کئی طریقے
 تھے اس طرح سے تو اس کے اپنے کردار کی کنزرویٹا
 عیاں ہوتی تھیں۔ نہ جانے وہ اس کے ہارے میں کیا
 سوچتا رہا ہوگا۔ داور کی ہر رائی میں اسے صرف ایک بار
 ہوا تھا اور وہ اتنی بے حجاب ہو گئی تھی۔

دلور نے پلوں کی چھری سے پردا کو دیکھا اور شکر کیا
 کہ کل والی حشر سامنا نہیں ہیں۔ کاش کے کالے
 پھولوں والی بند ٹیڈ والی شرٹ پہنے ہوئے معصوم سی پردا
 لگ رہی تھی جو ارم کے گھر سے لی گئی تھی کل والی پردا
 شعلہ تھی "آگ بھی توجہ دلی پردا جہنم بھی کھول
 تھی۔ کل کلاک تھا میں پھیلی ہوئی تھی توجہ کٹی ہوئی
 کمر پر ٹھہر گئی تھیں۔

پتھنے رنگ ہیں تمہارے پردا والی بل۔" وہ دل میں
 بولا۔ پردا کا جی چاہتا تھا داور کو انھارے کمرے میں سوچ کر

رک گئی تھی۔ اس نے بید کے اوپر سائیڈ پر سونے کو
لو لیت دی۔

~~*

و مسلسل دس بارہ روز سے رات کو تقریباً گھر سے
قائب ہی رہتا تھا۔ ماہ گل نے باز پرس کی تو وہ ”یہ تو
میری باہلی ہے“ کہہ کر دامن پھیلانے لگا۔

”اور یہ مجھے پسند نہیں ہے تم اپنے اصرار سے
پلٹ کر غصہ خدا کا دہانتے سے رات گھر پر تمہاری
فصل ہی نہیں دکھائی دیتی ہے، ہمارا نہیں تو پری کا ہی
خیال رکھو۔“ ہمارے اسے دانتا تو بھل میں بولا۔

”میری کا ہی تو درحیاء کر رہا ہوں۔“ رحمان کی ڈانٹ
سننے کے بعد یہ ہوا کہ وہ رات دس ساڑھے دس بجے
کے قریب آنے لگا، لوٹ کر رہا تھا کہ وہ جب بھی آتا
پروا شدہ گل کے ساتھ لان میں شمل رہی ہوتی وہ گاڑی
سے اترتا تو وہ بے قرار بیوی کی طرح ٹپک کر اس کے
قریب آتی چابست کے اس معنوی دھکے پر دلوں کا
مل جل کر خاک ہو جاتا۔

”آپ فریش ہوں میں ابھی کھانا لاتی ہوں آپ
کے انتظار میں میں نے بھی نہیں کھایا ہے۔“ اس کا
وہ سراپلہ اس قسم کا ہوتا تھا۔ شاہ گل اس موقع پر اپنی
موجودگی غیر ضروری تصور کرتی تھی۔ سچ بھی اس کی
جب جیسے ہی پوسج کے شیڈ کے نیچے رکی پروا نہ دے
لگاتی۔

”تمہیں تنکس گاؤ آپ آگئے ہائیم دیکھا ہے گیاردنچ
رہے ہیں۔“ اس نے ناراضگی سے کلائی پر بندھی
پسٹ وایچ اس کے سامنے کی۔ شاہ گل جیسے کھڑی
تھی وگرنہ داور کا ارادہ اچھی طرح اس کی طبیعت
مائل کرنے کا تھا۔

”آپ کے لیے کھانا لاؤں۔“ وہ اندر کی طرف
پوچھتے داور سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے لٹی میں سر
دھرتے دیکھا کیا۔

”میرے قریب کچھ رخصت ہوں۔“ داور سوجھ بوجھ میں بولا
”گورائے آگئے گا۔“ شاہ گل نے کھوں میں حیرانی لیے
”گورائے آگئے گا۔“ شاہ گل نے کھوں میں کھڑا کر رکھا۔

بند روم کا درمیانی دروازہ کھولا اور اسے اپنے مارٹنی
آئکس میں اچھوڑا۔ جب اسے کوئی نہیں بتا تو وہ
سے ٹھنکس کر رہا ہوتا تھا تو وہ اس کمرے کو جائے پناہ بنا
لیتا تھا یہاں ایک شمل وہ کرسیاں اور ایک آرام دہ
صوفہ پڑا ہوا تھا۔ داور کے ساتھ لکڑی کا ایک ٹاٹا ہوا
تھا جس میں کچھ کتابیں اور قاتل تھیں۔
وہ ابھی کمرے کے تین وسط میں کھڑی تھی کہ سوچی ہی
رہی تھی کہ وہ بید سے ایک نکیہ اور چادر اٹھا کر لے
تیا۔

”یہ ہے تمہارا بید روم اور وہ ہے میرا۔“ اس نے
اشارہ کیا۔

”ہم شاید یہ سمجھتی ہو کہ عورت اور حسن میری
کنوری ہے۔“ سکھر میں قیام کے دوران تم نے جو
انداز اپنایا اس سے میرا یہ نظریہ پختہ ہو گیا ہے۔ ہم آج
پھر پورا چل لواز۔ اگر عورت اور حسن میری کنوری
ہو تا تو میں تم پر اکتفا نہ کرتا تم جانتی ہو کہ میں اس شمل
پولیس چار ٹھنٹ میں ہوں ہمارے پاس اہم اور
مشکل کیس لائے جاتے ہیں بڑے بڑے جن مجرموں
سے وا۔ بل پڑتا ہے جن میں عورتیں بھی شامل ہوتی
ہیں تو یہ عورتیں اور لڑکیاں جب کر قتل ہو کر ہمارے
پاس آتی ہیں تو سزا سے پہلے کے لیے بڑی بڑی رشوتیں
چیش کر لیتی ہیں جن میں سب سے بڑی رشوت پناہ آپ
ہو جاتی ہے۔

میں اگر اتنی ہی کنور ہوتا تو اس وقت یہاں کھڑا
ہو کر تمہیں یہ سب بتا رہا ہوتا اگر تم انتظام پر اترتی
ہو تو میں بھی محبت کو بھلا کر ایک انا پسند موہن سلنا
ہوں پل تمہاری طرف سے ہوئی ہے کیونکہ میں نے
تمہیں ملی تمناؤں سمیت اپنا تھا میں یہ بھی ہرگز
نہیں چاہوں گا کہ میری وجہ سے تم اپنی زندگی ختم کرو
دے اس کی نوبت آئے گی بھی نہیں۔

”اگر تم مجھے اپنے آپ کا مجرم سمجھتی ہو تو بعد شوق
سمجھتی رہو یہ میری ڈیوٹی تھی جو میں نے ہر حال میں
پوری کرنی تھی تم سے شادی کی شرط بھی انہی کی تھی
میرا لیا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ حیات کی بار میرے پاس
آیا کہ میں اس کی داری سے جلد از جلد شادی کر لوں۔

مجھے بالکل بھی غم نہیں تھا کہ ارم کی دوست پرہا اصل میں نکل نوازی کی بی بی ہے میں نے تو اس بھولی بھالی پری سے محبت کی تھی جو میری بارافشکی سے ہرٹ ہو جاتی تھی جو محبت سے گد گدی تھی تم تو کبھی پلور ہو۔

وہ انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو اتنی دیر سے وہ جو بڑے صبر سے سن رہی تھی آنسوؤں کی صورت میں داور کے سامنے عیاں ہو گئی کتنی بے درد تھی اس نے پری کا تجزیہ کیا تھا۔

دور ہاں اس طوفانی فحش میں مت رہنا کہ میں تڑپ تڑپ کر تمہیں مانگتا رہوں گا انتقام سے زہر کھد لوگوں کو مانگنا میرا مزاج نہیں ہے۔ وہ طعنے چسپاری کا دل کٹ سا گیا یہ کیا ہو گیا تھا بسلائی بالنی ہو گئی تھی اس کا خیال تھا کہ وہ داور کی گزرواری ہے اس بل بوتے پر وہ اسے کٹھ پتلی کا تاج پہنائے گی۔ مگر وہ اسے آنسوؤں کے سمندر میں دھکیل کر چلا گیا۔

* * *

داور کے چھکے میں پوت پتے پٹانے پر جاوے ہوئے تھے۔ اس تبدیلی کی زد میں وہ بھی آ گیا تھا اس کا بادل زیارت پرانے میں روا تھا جہاں کے حالات انہی دنوں توجہ کے طائب تھے۔ ماما اور پپا نے کہا تھا کہ پری کو بھی لے جاؤ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ ابھی اسے گھر نہیں ملا ہے جب ملے گا تو وہ اسے بھی لے جائے گا۔ وہ اکیلا کو بیٹھا چلا آیا تھا اس نے بھٹ بولا تھا کہ اسے گھر نہیں ملا ہے اسے تو پوچھا خوبصورت گھر ملا تھا ایک قیامت تھی کہ یہ گھر آبادی سے ہٹ کر قلعہ ایک قلعہ تھا جنگلی پھولوں اور سرسبز خوبو دیلوں سے سجھلا آس پاس بادام، اخروٹ، لور، سیب کے درخت تھے کہیں کہیں چیری کے شگوفے بھی نظر آتے تھے مجموعی طور پر ارد گرد کا ماحول بڑا پرسکون داور روٹھوئی تھا۔

دو ہفتے بعد ہی گھر والوں کے مسلسل فون آنا شروع ہوئے کہ بادل کو لے جاؤ مارے بدھے وہ واپس آکر کھانے لگا تھا۔ بادل بھی یہ کابج بہت پسند آیا تھا اس کا خیال تھا کہ داور کی ملازم رکھا ہو گا جو گھر کے تمام کاموں کے ساتھ ساتھ کھانا بھی پکا تا ہو گا۔

کبھی ملازم ہمیشی شے نہیں دیکھی تھی۔ وہ دن داور مسلسل تینوں وقت کا کھانا ہر گھنٹے سے لا آ رہا اس نے بڑا کو خاص فکر نہیں ہوئی لیکن آج جب وہ خود بھی ناشتا کئے بغیر روانہ ہوا تو اسے صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا۔ شاوی سے پہلے اس نے شاید ہی کبھی کچن میں قدم رکھا ہو بعد میں داور کے گھر تمام کام ملازم کرتے تھے۔ کھانا، کھانا، گل خود داتی تھیں۔ پڑاؤ انہوں نے کسی کام کو ہاتھ ہی نہیں لگانے دیا۔

اب دس بج گئے تھے اسے شدید بھوک لگ رہی تھی فریج کھول کر دیکھا تو ہر چیز موجود تھی اس نے کبھی ناشتا لور کھانا پیا تو نہیں تھا البتہ یہ ضرور معلوم تھا کہ کون سی چیز کیسے بنی ہے کیونکہ ہوٹل میں جب کبھی انہیں کھانا پسند نہ آتا تو لڑکیوں کے گروپ خود ہی کچن میں ٹمس کر اپنی پسند کی چیزیں پکالیا کرتے۔ وہ بھی اس میں شریک ہو جاتی بلور د کرائی وی چیز اس وقت یہاں بھی کھانے آئی۔ چائے اس سے ابھی ہی بنی بس پرانے اور اندھا پنچھ جل گئے ہر انہوں نے مزاحمت دیا۔ بدترن دھوئے کا مرہ۔ در چیں تھا وہ بھی کسی نہ کسی طرح دھل گئے۔ بدترن دھو کے وہ سوئی سے پیر آٹھ کھلی آ زبردست بھوک لگ رہی تھی وہ بارہا اٹھ کر کچن میں تکی ڈپوں میں تمام دالیں اور چاول موجود تھے۔ پڑاؤ نے فیصلہ کیا کہ چکن پڑاؤ بنایا جائے۔ مرغی دھوئے بغیر ہی اس نے ڈھیر سا راپلی ڈال دیا اب جو چلے جائے وہ لنی سے مشابہ تھے اس نے پری بے مللی سے کھائے بھوک کے مارٹ ہیٹ میں چوہے دوڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ کھانا کروٹنی دی تھیں کر کے بیٹھ گئی بدترن داور کے بیڈ روم میں تھا۔

دو سات بجے تک آیا پڑاؤ کا خیال تھا کہ وہ پھر بادل سے کھانا ساتھ لے کر آئے گا پڑاؤ آنے وہ غلطی ہاتھ تھا۔

میں برا خیال ہے کہ کتنی مسلمان نوازی ہو گئی ہے اب مجھے کھانا لا کر دو۔" وہ رعب سے بولتا رہے موت کشیل اٹھا کر لنی وی کے آگے ہم گیا۔ پڑاؤ نے دنی پنشن پاؤ گرم کر کے اس کے آگے لا کر رکھا ایک چھچھکائے کے بعد ہی اس نے ہاتھ روک دیا۔

"میرا اتنی جلدی مرنے کا موڑ نہیں ہے۔" اس نے پلیٹ پر سے سرکاری وہ کھانا کھا کر تیا تھا بس یہ رکنا چاہتا تھا کہ وہ گھرواری میں کس حد تک طلق

"میرا آپ کو مارنے کا ارادہ بھی نہیں ہے لہذا خود ہی آپ سے حساب لے گا۔" وہ تپ کر بولی تو وہ خاموش رہا۔

پٹرنگا ہونے کے باعث کہہ قدرے گرم تھا ہوا کو خیر تے لگی دو روز سے وہ بیس سو رہی تھی کیونکہ پانی کو گرمے پیٹ نہیں تھے وہ کارٹھیہ گداؤ لال کر مرنے سے سو جاتی تھی۔ کالج کے ارد گرد کا ماحول دیکھتے ہوئے اس نے اکیلے کمرے میں سونے سے توبہ کر لی تھی۔ دو روز تک لہو کی کامیوشن نہیں تھا۔ ارد گرد لوہ بھی ایسے بے آباد کالج تھے لیے لیے دور محسوس میں گھرے۔

"ہر دو اٹھو شاہاش دو سرے کمرے میں سو جاؤ۔" دلوہ دلوہ سے اس کے پاس آکر بولا تو اس کی شمار میں لہو آٹھیں کل نہیں۔

"میں دو سرے کمرے میں نہیں سوؤں گی وار گتا ہے مجھے۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"چھا تو پھر میں ہی دو سرے کمرے میں سو جاتا ہوں۔" وہ مرزا تو ہوا لے بے اختیار اس کا بازو تھام لیا۔ "نہ نہیں بلکہ ادھر ہی سوئیں مجھے ڈرگے ٹک۔" وہ جتنی لہجے میں بولی۔

"کیس یہ بھی بدل لینے کا تو انداز نہیں ہے۔" وہ بے اختیار ہی سے بولا تو ہوا سٹیک کر دی تھی۔

"مجھے آپ سے کوئی بدلہ نہیں لینا ہے۔" وہ ہیزی سے بولی۔

"میں تمہارے الفاظ نہیں بھول سکتا ہوں جو تم نے کہے تھے۔"

"معتاق کہ اس مجھے ان الفاظ پر۔" اس نے ہاتھ

"چھا ادھر ہی سو جانا تو کیا یاد کرو گی۔" وہ اس پر

جیتے دشمن کر رہا تھا۔

"مجھے کیا ہو گیا تھا میں یہوں اتنی لڑ، ہا تکی تھی۔" پھر اس نے خود کو ڈانٹا۔

"وہ کیا سوچتا ہو گا کہ میں کتنی مشکون مزاج ہوں۔" پروا نے سر جھٹکا۔

"مجھے حویلی جانا ہے۔" اس نے ناشتا کرتے اور کو چوٹ کیا۔

"حویلی جاؤ۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

"میں جیسے کے لیے جانا چاہتی ہوں لیکن باپ کے قاتل کے ساتھ رہنا ناممکن ہو گیا ہے۔"

"ہر دو ایک بات کل کھول کر سن لو وہ پولیس کسٹڈی میں پلاک ہوئے ہیں اور میں اس وقت لاہور میں تھا۔"

"بات تو ایک ہی ہے۔"

"ہر دو مجھے تم سے اس مملکت کی توقع نہیں ہے۔" وادو نے چائے کی پیالی پی دی۔

"آپ نے میری قیمت لگائی ہے پلاکی گرفتاری کے بدلے اور بعد میں انہیں ہلاک کر دیا۔" وہ غرور سے بولی۔

"اسٹاپ اٹ پروا آتمے ایک لفظ بھی مت کہنا تک آگیا ہوں میں تمہاری زبان سے اپنے لیے قاتل کا لفظ سن کر اور میں نے تمہاری قیمت نہیں لگا لی ہے۔" پھر نواز نے فور مجھے مجبور کیا تھا کہ میں اس کی بیٹی سے شادی کر لوں ان کا کہنا تھا کہ انہیں تمہاری جان کا

خوف ہے نیز انہیں کسی رشتہ دار پر اعتبار نہیں ہے۔

حیات میرے پاس آتا رہتا تھا کہ دڑ برا سامنے کا کہنا ہے میں حویلی کا چکر لگاؤں۔ وہ چاہتے تھے کہ میں جلد

از جلد تم سے شادی کر لوں ان کا خیال تھا کہ اس طرح تم محفوظ ہو جاتیں۔ میں حیات کے بار بار کہنے پر بھی

حویلی نہیں گیا میرا دل تو اہو میں ہی ایک بے خوف لہو سری لڑکی میں اٹک گیا تھا مجھے خبر نہیں تھی کہ

دڑیری اور تم ایک ہی ہو میں پھر تم سے کہہ رہا ہوں۔

پھر نواز کے گل میں میرا ہاتھ نہیں۔

پروا بے اعتبار نکا ہوا تھا۔

"میں حویلی جاؤں گی۔" اس نے ہاتھ نہ ہٹایا۔

"شوق سے باز۔" اور نواز کو مار دیا۔

تفہ ہو گیا وہی ضدی اور مشرور پرواہیں مگی تھی۔

”سائیرن آپ کیوں یہاں آئی ہیں۔“ حیات کو اس کی کند کی باطلان ہو گئی تھی۔ وہ خوراً پہلا کیا تھا۔

”یہاں میرے بابا سائیرن کی خوشبو سے اور یہ تم مجھے سائیرن نہ کہا کرو۔ اقرار اہل کے حوالے سے ہمارا ایک مضبوط رشتہ ہے۔“ پرواہ نے بات ٹل دی۔ اقرار لاہور مگی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ حیات بہت پریشان ہو گیا ہے۔

”تب تو نہیں بتا کہ یہاں کتنا خطرہ ہے۔ ڈاکر سائیرن کے قوی یک گئے ہیں وہ کسی بھی وقت آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔“

”حیات کیلوا اچھی میرے بابا سائیرن بہت برے تھے۔“ اس نے امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھا جیسوہانکار کر دے گا۔

”میں چھوٹا سا تھا جب ڈاکر اسائیرن مجھے ساتھ لے کر آئے میں ان کے تمام رازوں کا شریک ہوں پر شریک جرم نہیں ہوں یہ ان کی مہمانی تھی کہ انہوں نے مجھے خوی تک محدود رکھا آپ کے خاندان میں نسل در نسل دشمنیوں کا سلسلہ تھا۔ ڈاکر اسائیرن کے وہ جوان بھائی مارے گئے تو انہوں نے بھی ہندوؤں اٹھائی یہیں سے وہ جرائم کی دنیا سے تعلق رکھنے والوں کی نگاہ میں تھے پھر وہ اس مافیا کے پھل میں ایسے پھنسے کہ مرے دم تک نہ اکل سکے۔“ اور سائیرن میں نہ جانے کیا بات تھی کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کرنے پر تیار ہو گئے۔ پہلے انہوں نے شرط لگائی کہ داد سائیرن کو آپ سے ملادی کر کے یہاں سے لے جانا ہو گا ہمیں پتا ہی نہیں تھا کہ لاہور میں وہ آپ سے مل چکے ہیں ورنہ اگر کچھ لوہور ہو جاتی تو ڈاکر اسائیرن نے داد سائیرن کی موت کے آرڈر جاری کر دیے تھے شکر ہے کہ اصل کے ساتھ یعنی لاہور سائیرن جس لڑکی کی وہ ملادی سے انکار کر دے تھے وہ آپ ہی تھیں۔“ سائیرن نے سائیرن کو دیکھا کہ بہت خوش ہوئی تھی۔ سائیرن نے کہا کہ آپ کو کتنا شکر ہے۔

پریشان ہو گیا۔

”حیات ابھی خود کو یقین دلانے میں وقت نکال رہی تھی۔“ حیات نے کہا۔ ”میں ابھی جاؤں گی۔“ وہ اسے بے پروا کر رہا تھا۔

”لاہور یہ میں کیا من رہی ہو تم نے پروا کو اس کی۔“ سائیرن نے کہا۔ ”آج حیات نے فون کر کے بتایا ہے۔“ سائیرن نے فون پر اس سے شدید ناراض ہو رہی تھی۔

”میں خود کئی ہے میں نے اس سے نہیں کہا۔“

”ڈاکر سائیرن پتا ہے حیات نے مجھے کیا بتایا ہے۔“ اس نے کہا ہے کہ پروا کی جان کو شدید خطرہ ہے۔ سائیرن نے پولیس کسٹڈی میں بہت سارے چوہوں کے بے نقاب کیا تھا اسی وجہ سے اسے ہلاک کروا دیا گیا اسے ہلاک کرنے والوں نے کل لوازم کے ساتھ یہاں خرید لیا ہے اب وہ قمار کھیلنے کے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں اور پروا کھیلنے والی اولاد ہے اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ چار روز سے حویلی کے ارد گرد مقبوضہ اقرار نظر آ رہے ہیں اسی وجہ سے اس نے اقرار کو میکے بھجوا دیا ہے وہ ادھر ہی کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جلد از جلد وہ گاؤں والا ڈاکر پھوڑ دے گا وہ صرف پروا کی حفاظت کے خیال سے رکھا ہوا ہے اور تم نے اسے بھجوا دیا۔“ سائیرن نے اس حماقت کی توقع نہیں تھی۔

”لاہور اس نے اس کی اچھی خاصی کا اس نے ڈاکر لاہور اس پر پریشانوں کے نڈر دیا کر لیں۔“ یہ سن کر کہ وہ دشمنوں کے زعمے میں ہے اس کے دل کو کچھ ہوا۔ بھلا وہ اسے تکلیف میں دیکھ کر کیسے برداشت کر سکتا تھا یقیناً نہیں وہ تو خود ہی باقی حسینہ بنی پھر رہی تھی اس کے نازک احساسات کو روند کر خوش مگی لاہور مشکل میں تھا وہ کیا کرے۔ انہوں نے جاتا ہی تو نہ جانے وہ اس کے ساتھ آئی بھی کہ نہیں۔ بہر حال اس کا ارادہ تھا کہ کل سکر جائے گا۔

”کپ یہاں سے چلی جائیں۔“ حیات خطوب
انہاں میں نکل رہا تھا رک کر اس سے التجا کی۔

”یہ تم میرے جانے پر کیوں اتنا زور دے رہے
ہو؟“ وہ اس کو غصہ آگیا۔

”میں داور ساتھیوں کو فون کرتا ہوں آپ کو ان کے
جاننے۔“

”کونسی نہیں تم ہرگز کسی کو فون نہیں کرو گے یہ میرا
حکم ہے۔“

”آخر آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں۔“ حیات
اس کی ہٹ دھرمی پر سر ہنسنے لگا۔

”وقت کا تصور اسے خود کو کربا تھا یہ بھی نہیں پتا تھا کہ
حوالی میں کون کیسا دست ہے اور کون کیسا نہیں۔ وہ ہوا کے

میلے میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا وہ ایک
طرح سے اس کی بے وساری بھی ساقرا کولا اور بیٹے کے

بندہ خود بھی پیادوں میں تھا کیونکہ ملازموں کے تیور
بھی بدلے بدلے لگ رہے تھے۔

~~*

”یہ دایرہ چل نواز کی بیٹی ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے
کہ اسے باپ کے کرتوتوں کی خبر نہ ہو ویسے چل نواز

نے ننداری کر کے اچھا نہیں کیا ہے ننداری کا مطلب
موت ہے جس کو وہ گلے لگا چکا ہے اب اس کی بیٹی کی

باری ہے۔ اسی صورت میں اس کے انتقام کی آگ
بچے کی۔“ ذرا کھن قریب لاؤ خود شہ کا کہنا ہے کہ

ننداری نے اپنی ساری دولت حوالی کے اندر ہی دفن
کر رکھی ہے اس نے جگہ کی نشان دہی بھی کی ہے اب

کو تمہارا کیا خیال ہے؟“

دایرہ چل نواز کے نندار ساتھی حوالی میں جمع تھے
اس وقت وہ ہانسی صے سے الگ گودام میں اپنا آئینہ

لاکھ عمل تیار کر رہے تھے۔ تھوہ افراد حوالی کے
اند کو سمجھتے تھے جنہوں نے کسی بھی خطرے کی

محبت میں انہوں کو کورٹنگ نکل دیا تھا۔

”خیال تو بڑا ٹھیک ہے۔“ نندار انڈیری کی خیریت
معلوم کرتے ہیں۔ چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اس وقت

وہ سب کالے سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے اور رات کا
سونا سونا ہو گیا۔ حوالی کے کرائوں

نے اپنے بقیہ ساتھیوں کو بلا لیا تھا اسی دوران چال
چلی تکی تھی لیکن کلام اور بھی آسان ہو گیا تھا۔

”ماتیل نے جیب سے ایک مڑا ہوا ٹکڑا نکالا اور ہوا
کے دروازے کے لاک میں گھمایا چند منٹ کی کوشش

کے بعد لاک کلک کی گواز کے ساتھ کھلا اور وہ ایک
ایک کر کے اندر داخل ہوئے۔

~~*

دور کو حوالی کی سڑک پر گاڑی ڈالتے ہی ٹھہرنے کا
احساس ہوا پولیس والوں کی حس ویسے بھی بڑی تیز

ہوتی ہے وہ گاڑی روک کر سائیڈ پر کھڑی کرتے ہوئے
ٹکس روڈ سے اپنا سوس روپہ اور نکالتے ہوئے ہتھکڑا

انداز میں لے جاتا تھا۔

”ہنڈر آپ روپہ اور پیمینک۔“ دانیس طرف
بھاڑیوں سے وہ جو کوئی بھی تھا ایک ہی شکل کر

ساتھ لیا تھا۔ دور نے بے اعتبار گہرا سانس لیتے
ہوئے روپہ اور پیمینک کر ہاتھ اور گہرے وہ سیاہ پودلہ

اس کی چادر تھانسی لینے لگا پکٹ سے اس نے داور کا
آئی ڈی کارڈ اور سوس کارڈ نکالا اتنے میں ایک اور

توی بھاڑیوں سے نکالا اور پکٹ والے کے پاس گھس گیا
وہ پھسل تار تار جا کر داور کی جیبوں سے نکلنے والی

چیزوں کا جائزہ لینے لگا وہ سرے سے اس کا روپہ اور قبضے
میں کر لیا۔

”وہ ایم، سوسری سر تکی ایم ایک شہر چلی سوسری سر
ہمیں معلوم ہی نہ تھا اس گستاخی کے لیے مفدت

خو لو ہیں۔“ چاکان ہونوں با افراد کا الجھ بیل گیا دونوں
لے اسے سلوٹ کیا۔

”سر میں اے لیس تکی حتن ہاتھوں ہور یہ اسپیکر
عمر شہ ہیں۔“ اس نے موبیڈ انداز میں تعارف کرایا

دور ساتھ ہی داور کا روپہ اور دانیس کیا۔

”بھئی یہ سب کیا ہے تم لوگ یہاں اس وقت۔“
اس کا سوال فطری تھا۔

”سر ہمیں تکی تکی سکھنے کے ارٹ رہنے کے لیے
کما ہے۔“ دایرہ چل نواز کو پولیس کی توہین میں دل

کھا گیا آپ جانتے ہیں ایسی قبل بے مادی کی وادی
ہوئی دایرہ۔“ لے، وہ ساتھی ہے۔“ حوالی دانی نام تھا

دلور کا سہاگل بار بار بنگ رہا تھا سب نے نیلی ٹل
مما اور بھائی کی محبت۔

"نئی ایم براؤن تک یو مائی سن۔" رتھن نے لپٹے
میں بیٹے کے لیے غور ناز سا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا
میں نے اخبار پڑھنے کے فوراً بعد تمہارا صدقہ اتارا
ہے۔" ممما کہیں۔

"بھائی کب آرہے ہیں۔" یہ شاہ کل تھی۔ دیوار
حیات کا بھی ٹون آپکا تھا کہ
"مہوا سخت خوفزدہ ہے۔"

"اے اے خوفزدہ ہونے اور خوفزدہ کرنے کے علاوہ
آئی ای لیا ہے لگتا ہے خوب عبور حاصل ہے اسے
دو صوبوں کے اہصاف شل کر دینے میں ہمیں تیار
کرنے میں تیار ہیں اڑانے میں۔" وہ نفی سے بولا۔

حوالیہ دلپس آتے ہی مہوا کی خیریت معلوم کرنے
کے بجائے سو گیا اس بھاگ دوڑ سے وہ بری طرح
تھک گیا تھا کل شام سے لے کر اب تک ایک لمحے
کے لیے بھی اس کی آنکھ نہیں کھلی تھی اب تمکا ہارا
جسم آرام ناک رہا تھا۔ بھاگ بھری نے ہی پروا کو بتایا
کہ داور نو سو رہا ہے اس کا خیال تھا کہ پہلے وہ اس کے
پاس آئے گا خیریت دریافت کرے گا قصہ دکھائے
گا کھانا ہو گا ڈانٹ نہت کرے گا اس نے کیا بھی تو کیا
مزے سے سو گیا اب اسے ہی پل کرل تھی۔ انتقام کا
مستحکم خیز ماقصور کل ہی اس کے اندر دم توڑ گیا تھا
جب وہ چاروں چل نوازی سلاکی کے بارے میں بتا
رہے تھے۔

خیر دیر تو نہیں ہوئی تھی وقت اس کے قابو میں ہی
تھا۔ گنگا تے ہوئے اس نے اپنی وارڈ روپ کا جائزہ لیا
اور بلی ٹنگ ہنگ سوشیا ہرنگ لاپڈے دو صوبوں سے
پلوں میں برش پھیرا آنکھوں میں کابل لگایا۔ محض
اتنی سی تیاری سے اس کا سہارا روپ تہذہ اعلیٰ کالی
میں بڑی چاہت سے اس نے فیوڈی اور سفاہ کالج کی
چوٹیاں لائیں اور پتے ناز سے خود کو آئینے میں
دیکھا۔

داور کے کمرے کا دروازہ اندر سے الگ نہیں تھا

معلیٰ ڈاکو کام عمل کر داور نکل وقت کر رہے۔ اس
نے چکی بھلی۔ علی ڈاکو نے چار آنکھوں کے قریب کیا
تھوڑی طرف دیکھا خوف کے مارے پروا کا سانس
رک گیا حیات نور شید اور عظیم کی مضبوط گرفت میں
لپٹ کر رہ گیا اس کی جیب سے دیو اور اکل کر رہ
لے رہتا کر رہے تھے خوشی علی ڈاکو پروا کی طرف چھا
فلت نے پروا کے بطیر آزاد ہونے کے لیے داور اکایا
نہلات عظیم کے پیٹ میں ہلکی اسی لمحے باہر سے
ڈاکو گولیاں ملنے کی توازیں آنے لگیں۔

"ڈاکو ہری آپ۔" سائل چیخا۔ علی ڈاکو نے چار بلند
دیکھا پروا نے جان بھلنے کی آخری کوشش کی اور بیٹے
کے ایک جھپٹے چھلانگ لگی اگر اسے ذرا سی بھی دیر
تھوڑی تو اس وقت اس کا وجود دو حصوں میں تقسیم
تھوڑا ہوتا ڈاکو کا چار بیٹے کو چرنا ہوا بیٹے چلا گیا کڑا کی
گولا تکی اور لکڑی ٹوٹ گئی اس نے دوبارہ چار اٹھایا
داور ساکڑ ٹھیل کے قریب کھڑی پروا کی طرف چھا اس
نے ملے کہ داور کرنا رو شدان کا شیشہ چھا اور ٹولی
پید تھی اس کے پاس ہاتھ میں کئی چار اس کے پیچھے
سہا کر اور ہونٹ چھوٹے بکے کی طرح ڈکراتا ہوا
تھوڑا کر گیا اس کا پیچ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

تھوڑا لوگ دیو اور پھینک کر ہاتھ داور اٹھانے
حیات تم چھیار قبضے میں کر لو۔" داور کی آواز گونجی اور
خود بھی رو شدان سے چھلانگ لگا کر اتر گیا۔

صبح ہو چکی تھی تھانہ صحابیوں اور فوٹو گرافرز سے
بھرا ہوا تھا۔ مقامی آفیسر نے داور کا اس تعاون پر شکریہ
دیا ایک صحافی حضرات نے اسے گھیرے میں لیا ہوا تھا
داور فوٹو گرافر تصویریں بنا رہے تھے اعلیٰ افسران
تھانے میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ شام کے
ظہارات میں یہ خبر پوری جزیات کے ساتھ چھپی کہ
داور راہ نواز کے ہائی سائیکل کا سرخٹ علی ڈاکو
کے گرد لپٹ کر قمار ہو گیا ہے داور کی
آنکھوں کا بھی قصہ ذکر تھا اور اس کی تصویریں
چھپی چھپی میں لپٹ کر کوہا چاکر چل نوازی
کے لیے اسے اچھی خاصی لپٹا ہوا بھی گڑھلی تھیں۔

*** * ***

تسلیم پوری ہو گئی جس سے "وہ مزید بولا۔ وہ اس کے

”جی جناب ایسے نہیں تو ویسے ہی سی۔“ اس نے
 ناخ سی جسارت کر ڈالیا تو پردا اٹھلائی ہو گئی وہ جان کئی
 بھی کہ یہ اب مزید راہ فرار نہیں ہے اور وہ فرار چاہتی بھی
 اب بھی۔